احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ
خالد
ربوہ

دسمبر ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز
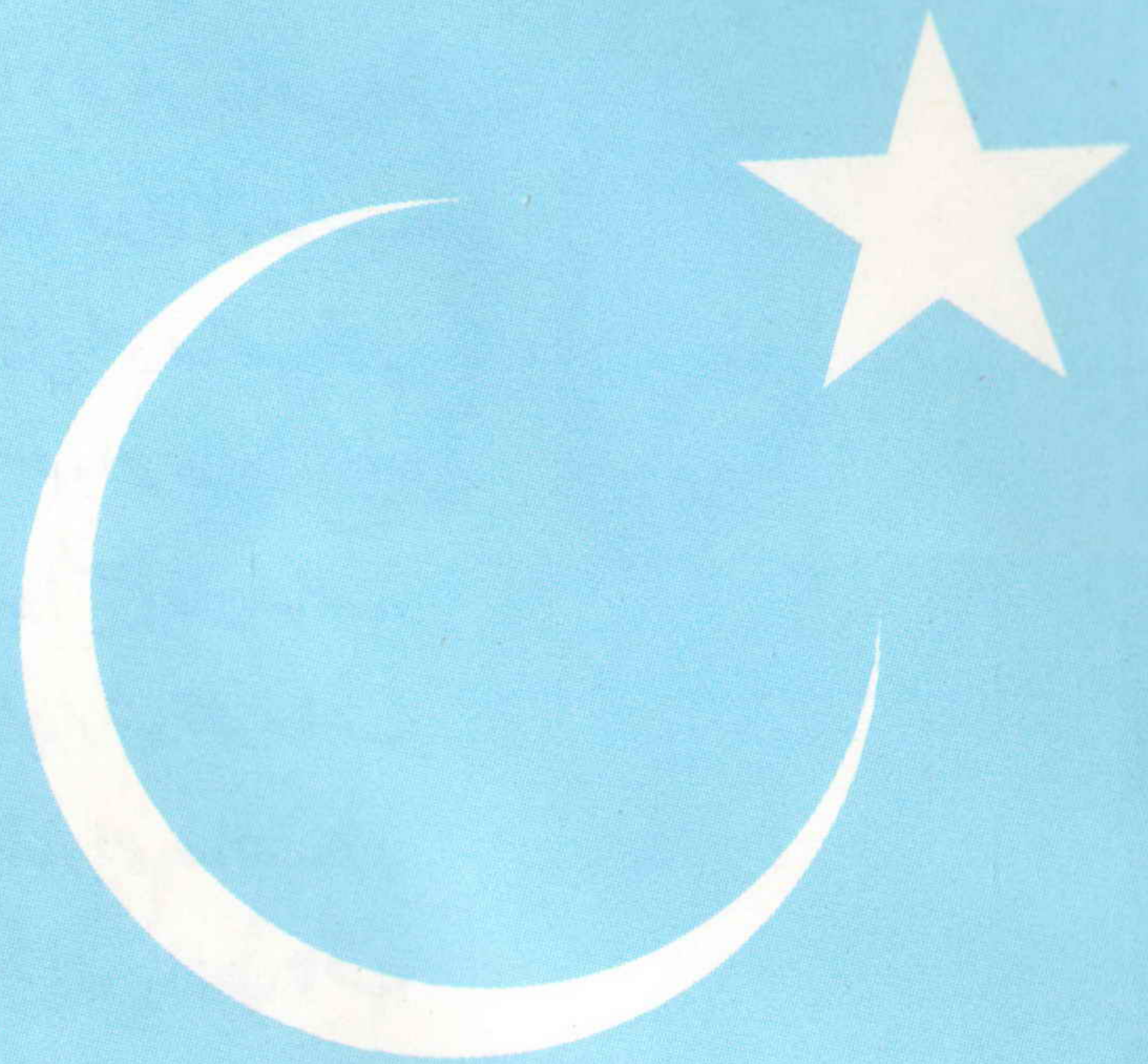
"اے میرے خدا یہ چاند امن و امان اور صحت و سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔
اے چاند میرا ربّ اور تیرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے — تُو خیر و برکت اور رُشد و بھلائی کا چاند بن جا۔"

(حدیث)

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان 99-1998ء / 78-1377ہش

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال 99-1998ء کیلئے درج ذیل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان منظور فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جملہ ممبران کو مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

راجہ منیر احمد خان

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

عہدہ	نام
نائب صدر	مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف
معتمد	مکرم حافظ عبد الاعلیٰ صاحب طاہر
مہتمم اصلاح وارشاد	مکرم خلیل احمد صاحب تنویر
مہتمم تربیت	مکرم مسعود احمد صاحب سلیمان
مہتمم تعلیم	مکرم عبد السمیع خان صاحب
مہتمم تحریک جدید	مکرم راجہ رشید احمد صاحب
مہتمم وقار عمل	مکرم انتصار احمد صاحب نذر
مہتمم صحت جسمانی	مکرم شبیر احمد صاحب ثاقب
مہتمم اشاعت	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر
مہتمم تجنید	مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز
مہتمم صنعت و تجارت	مکرم مکرم نصیر احمد صاحب انجم
مہتمم امور طلباء	مکرم فخر الحق صاحب شمس
مہتمم اطفال	مکرم سید محمود احمد صاحب
مہتمم مقامی	مکرم قمر احمد صاحب کوثر
محاسب	مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب
ایڈیشنل مہتمم تربیت	مکرم ظفر اللہ خان صاحب طاہر
مہتمم مال	مکرم راجہ رفیق احمد صاحب
مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر عبد اللہ پاشا صاحب
مہتمم عمومی	مکرم سلیم الدین صاحب
معاونین صدر	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
"	مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب گوندل
"	مکرم امین الرحمٰن صاحب
"	مکرم مجد الدین صاحب مجد

اس شمارے میں بیشتر مضامین رمضان المبارک کے حوالے سے ہیں

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد ربوہ

فتح ۷۷ ۱۳ ہش

دسمبر 1998ء

☆☆☆☆☆

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

جلد 47 ☆☆☆ شمارہ 2

فہرست مضامین

دفتر رابطہ : دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی ربوہ

قیمت پرچہ :-/7روپے ☆ سالانہ -/70روپے

پبلشر : مبارک احمد خالد　پرنٹر : قاضی منیر احمد　مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ

اداریہ

عظمتوں کا مہینہ

روح کی سیرابی و شادابی کے دن

امسال دسمبر کے مہینے میں رمضان کا آغاز ہو رہا ہے اور رمضان کا مہینہ وہ ہے جس کو تمام مہینوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ساری عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ جس کی فضیلتوں کو سنیں اور پڑھیں تو یہ باقی مہینوں کا سرتاج مہینہ کہلائے اور اس کی اہمیت کو سمجھیں تو یہ عظیم مہینہ ہو' اور اس کی برکتوں اور رحمتوں کو دیکھیں تو خدائے غفور و رحیم پر قربان جائیں کہ جس نے اپنے بندوں کو یہ پیارا اور خوبصورت مہینہ عطا فرمایا۔ اس مہینے کا ایک ایک دن کئی مہینوں پر بھاری اور ایک ایک رات سالوں بلکہ صدیوں پر محیط۔ خدا کے قریب ہونے کے ایسے سامان کہ جیسے خدا خود پاس چلا آیا ہو اور سارے گناہوں کی بخشش کے ایسے کام کہ جیسے بس وہ کوئی بہانہ چاہتا ہے بخشنے کا۔ بس صرف ذرا سا اپنے آپ کو سنبھالا دینے کی بات ہے۔ چند ایک امور ہیں۔ اخلاقی' روحانی' معاشرتی اور جسمانی ان میں ایک اعتدال اور توازن کی بات ہے۔ پھر بس خیر ہی خیر ہے۔ اس مہینے میں اگر ٹریننگ ہو جائے تو باقی سارا سال اس ٹریننگ کی بدولت بہتر گزر سکتا ہے۔ اور یوں رمضان سلامت گزر جائے تو پھر سارا سال سلامت۔ اور اسی طرح اگر زندگی کا سفر جاری رہے تو گویا ساری زندگی سلامت گزر گئی۔ اور کون ایسا ہو گا کہ جو سلامتی کے ساتھ بے شمار دولتوں اور انعامات کے ساتھ اپنی زندگی کو گزارنا نہیں چاہے گا۔ یہ مہینہ ہے جو ہر اس چیز کا وارث بنا سکتا ہے جو انسان کے لئے ضروری ہے۔ جو اس کی بھلائی اور بہتری کے لئے ضروری ہے۔ اس کے دن نصیبوں کو سنوارنے والے اور راتیں مقدر بنانے والی۔ پس اس مہینے کی عظمت کو پہچاننے کی کوشش کریں اور پھر اس عظمت کو اپنے دل میں اتاریں اور سارے جسم اور روح کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس کا احترام کریں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس مہینے کو گزاریں۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ بیوت الذکر کو آباد کریں' اپنے گھروں میں عبادات کا رواج ڈالیں اور روح و جسم کی جان وہ خطاب اور درس ہیں جو خدائے علیم و حکیم کا ایک بندہ' ہمارا پیارا آقا۔ ایک خوشگوار خوش ذائقہ اور انواع و اقسام پر مشتمل روحانی مائدہ کی صورت میں MTA کے ذریعہ پیش کرتا ہے۔ آئیں ان سے ہم پیاس بجھائیں اپنی روح کی' کہ جس کی سیرابی کا اور کوئی سامان نہیں' اور اس کے سوا اور کہیں بھی نہیں۔

رمضان کی اہمیت

حضرت مسیح موعودؑ کی عرفان انگیز تحریر اور حضرت خلیفۃ المسیح کی پر معارف تفسیر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعض تحریرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں سے ایک ہے کہ رمض تپش کو کہتے ہیں۔ یہ آپ کی تحریر ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان یعنی دو گرمیاں۔ رمضان، رمض یعنی گرمی کو کہتے ہیں یہ نام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ رمضان گرمی کے مہینے میں شروع ہوا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ غلط بات ہے۔ **دو گرمیاں** ایک اور مضمون اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا گرمی کے مہینے میں شروع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر جب میں نے تحقیق کی کہ رمضان کب شروع ہوا تھا تو سردیاں بنتی تھیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بات مجھے یقین ہے کہ اسی طرح ثابت ہوگی۔ رمضان کا آغاز سردیوں میں ہوا ہے گرمیوں میں ہوا ہی نہیں۔

پس آپ فرماتے ہیں اس لئے روحانی اور جسمانی تپش مل کر رمضان ہوا۔ یعنی جسمانی طور پر انسان بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتا ہے اور جدوجہد بہت کرتا ہے رمضان میں' یہ اس کے لئے ایک حرارت ہے اور روحانی طور پر اس کی روح میں غیر معمولی طور پر گرمی پائی جاتی ہے اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے رب کی طرف لپکتی ہے پس یہ دو گرمیاں ہیں جو مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔' رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ سخت دلوں کو پگھلانے کے لئے رمضان کو ایک خاص مزاج عطا ہوا ہے۔ اور امر واقعہ یہی ہے کہ بہت سے سخت دل جو عام دنوں میں نرم نہیں ہوتے اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو پگھلتا ہوا محسوس نہیں کرتے رمضان میں بعض ایسی راتیں آتی ہیں کہ بے اختیار ان کے دل خدا کے حضور سجدوں میں پگھل کر بہنے لگتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ 'رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔' یہ بے تعلق نہیں بلکہ حقیقتاً ہم نے اس کو ایسا ہی دیکھا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے نسبتاً لمبے اقتباسات میں سے میں کچھ پڑھ کر سناتا ہوں۔

ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۲۲۔۱۲۳

"تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزے کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ یہ مضمون وہی ہے۔ رمضان کو جو دیکھے وہ اس میں روزہ رکھے۔ شھد کا مطلب ہے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ تشریح فرمائی ہے جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ پس تم میں سے وہی ہے جو رمضان کو دیکھتا ہے' جو رمضان کو دیکھتا ان معنوں میں ہے کہ

اس میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے گواہی دے سکے۔ اپنے دل سے گواہی دے سکے یہ تو میرا ایسا ملک ہے جس میں جا چکا ہوں اور اس کے حالات کو جانتا ہوں۔

تزکیہ نفس

"روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔"

پس رمضان کے مہینے میں کھانے میں زیادتی رمضان کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ کھانے میں کمی رمضان کا حق ادا کرتی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ شروع میں تو بھوک نہیں لگتی اس وقت میں اس لئے نسبتاً کم کھاتے ہیں اور جوں جوں رمضان آگے بڑھتا جاتا ہے وہ زیادہ کھانے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخری دنوں میں تو رمضان ان کو پتلا کرنے کی بجائے موٹا کر جاتا ہے۔ یہ جسم کی فربہی دراصل نفس کی فربہی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے عام طور پر بھولے پن میں، لاعلمی میں لوگ ایسا کرتے ہیں مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔ 'تزکیہ نفس ہوتا ہے جو کم کھانے سے زیادہ ہوتا ہے۔' پس جتنا آپ کم کھانے کی طرف متوجہ ہونگے اتنا ہی رمضان آپ کے لئے فائدہ بخش ہوگا۔

کشفی قوتیں بڑھتی ہیں

"اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں" یعنی خدا تعالیٰ کو انسان مختلف صورتوں اور صفات میں دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ کشفی قوتوں کا لفظ بہت بامعنی تو ہے ہی مگر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کو ویسے ہی دماغ کی خرابی سے یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ کشف دیکھ رہے ہیں یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی اور اپنے خیالات کو ہی کشف بنا لیتے ہیں۔ رمضان میں کشوف کا جو کم کھانے سے تعلق ہے یہ بالکل اور چیز ہے۔ اس کا نفسانی خواہشات اور اپنے دل کے خیالات سے کوئی بھی تعلق نہیں اور مضمون بتاتا ہے کہ وہ کشف حقیقی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا یا دل کا وہم تھا۔ دل کے توہمات میں ربط کوئی نہیں ہوتا۔ دل کے توہمات میں ایسی سچائی اور پاکیزگی نہیں ہوتی جو انسان کو گناہوں سے دور پھینک دے۔ پس کشف کا احساس کافی نہیں۔ کشف کا مضمون ضروری ہے کہ کشف میں وہ مضمون ہو جو تقویٰ کا مضمون ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہے تو انسان کو یہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں کہ میں نے کشف دیکھا ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہوگا تو کشف دیکھنے والا اپنے کشف کو چھپا لے گا اور اس کے تذکرے نہیں کرے گا۔ پس رمضان میں یہ ساری شرطیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعض الفاظ کو غلط معنی پہنا کر آپ میں سے کئی گمراہ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ ہم بڑے صاحب کشف بن گئے رمضان میں لوگوں سے تذکرے شروع کر دیں کہ یوں مجھے ہلکا سا جھونکا آیا میں نے کشف میں یہ دیکھ لیا یہ ساری باتیں بتانے کا جتنا شوق ہوگا اتنا ہی آپ کا کشف جھوٹا ہوگا۔ لیکن سچے کشوف میں بعض دفعہ دوستوں اور عزیزوں کے متعلق خبر دی جاتی ہے اور وہ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو سچی نکلتی ہیں۔ پس ان خبروں کا تذکرہ کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں اور ان کشوف کو جھوٹا قرار نہیں دیتا۔

"پس خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزے دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح

اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جائے۔"

پھر روزے اور نماز کی عبادتوں میں ایک فرق بیان ہے فرمایا ہے۔

"روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔"

یہ وہی بات ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کشوف تو ہوتے ہیں مگر کشوف میں ایک نفس کا دھوکہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جوگی بھی جو ریاضتیں کرتے ہیں وہ کشوف دیکھتے ہیں لیکن ان کشوف کا بنی نوع انسان کی بھلائی اور نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ عجیب و غریب کشوف ہیں جن کے تفصیلی تذکرے کی یہاں ضرورت نہیں مگر جوگیوں نے کبھی دنیا میں پاکیزگی نہیں پھیلائی۔ کبھی دنیا میں کسی مذہب کے جوگیوں نے بنی نوع انسان کی روحانی حالت تبدیل نہیں کی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام متوجہ فرما رہے ہیں کہ روزے کے کشوف میں بعض دفعہ جوگیوں والی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں شامل نہیں۔

روزے کا مقصد نماز

اب یہ دیکھیں کہ نماز کو روزے سے افضل قرار دیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روزہ سب سے افضل ہے۔ روزے کی جزاء اللہ ہے۔ اس میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ روزہ بمقابل نماز نہیں ہے بلکہ روزے کا مقصد نماز ہے اور نمازوں کی حالت کو درست کرنا ہے۔ پس اگر روزے میں نمازیں نہ سنوریں تو روزہ بے کار ہے۔ اگر روزے میں نمازیں سنور جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نمازیں روزے کا معراج بن جاتی ہیں۔ پس اس میں تفریق نہ کریں ورنہ مضمون بالکل بگڑ جائے گا۔ حقیقت میں روزے کے دوران جتنی نمازیں سنوریں گی اتنا ہی روزے کا آپ پھل پائیں گے اور اس حد تک سنور جانی چاہئیں کہ گویا آپ کو خدا نظر آگیا اور گویا اللہ آپ کو دیکھنے لگا۔ یہ صورتیں ہیں جو در حقیقت روزے کی افضلیت میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۳۳ پر فرماتے ہیں۔

پانچ مجاہدات

"خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوۃ، صدقات، حج اور اسلامی دشمن کا رد اور دفع خواہ وہ سیفی ہو خواہ قلمی ہو۔"

یہ پانچ مجاہدات ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔ پہلی نماز، پھر زکوۃ، صدقات اس کے ذیل میں آتے ہیں چوتھا حج اور پانچواں جہاد خواہ وہ قلمی ہو۔

فرمایا "یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزے کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔"

اب رمضان کے آنے پر کتنے دل خوش ہوتے ہیں اور کتنے دل غمگین ہوتے ہیں یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ہر انسان جو اپنا جائزہ لے گا اس کو محسوس ہوگا کہ رمضان کے آنے پر ویسی خوشی نہیں ہوتی شروع میں جیسی کہ رمضان کے آنے کا حق ہے بلکہ لوگ گھبراتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پس اس عبارت کو سننے کے بعد یہ خیال نہ کریں کہ وہ منافقین ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے سے پہلے دل میں خوف ضرور پیدا ہوتا ہے اور انسان رمضان میں داخل ہونے سے پہلے ڈرتا ہے کہ میں اس

کے تقاضے پورے کر سکوں گا یا نہیں کر سکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے تقاضے آسان فرما دیتا ہے۔ اس لئے جب میں یہ عبارت پڑھوں گا تو بعض لوگ ڈر کے یہ نہ سمجھیں کہ ان کی حالت منافقانہ ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ کیونکہ عام دستور ہے کہ ہمیشہ رمضان کی ذمہ داریوں کا خوف، رمضان کی آمد کے وقت شروع ہو جاتا ہے اور انسان شروع میں کچھ گھبراتا ہے کہ دیکھوں مجھ پر کیا گزرے گی لیکن اللہ تعالیٰ سچے بندوں کے لئے رمضان کو آسان فرما دیتا ہے اور پھر بشاشت کے ساتھ انسان رمضان میں سے گزر جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اقتباس پڑھتا ہوں۔

روزہ رکھنے کی تڑپ

"وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزے رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔"

جو شخص اس بات پر خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا اگر بیماری اس کے راستے میں حائل ہو جائے وہ روزہ نہ رکھ سکے تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔

"لیکن اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔"

اب جو حقیقی بہانہ جو ہیں جن کا دل سچ مچ رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتا ان میں اور سچے مومنوں میں جو دل سے رمضان کو برا نہیں جانتے اس کے فیوض سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ نمایاں فرق ہے کہ سچے لوگ جب رمضان میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ روزہ رکھیں اور بیماریوں کے بہانے ان کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ اور جو بہانہ جو لوگ ہیں جو رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتے ان کے نفس کے بہانے تیزی دکھانے لگتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے جب میں روزہ رکھوں تو چھینکیں شروع ہو جاتی ہیں۔ کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے پیٹ میں خرابی ہو جاتی ہے، کسی کو سردرد ہو جاتی ہے، کسی کو اور بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ غرضیکہ وہ روزمرہ کی بیماریاں جو اس کو لاحق ہوتی ہی رہتی ہیں وہ رمضان کے سر جڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تو میں خدا کا حکم مانوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو روزہ نہیں رکھ سکتا بیماریوں کی وجہ سے وہ نہ رکھے تو کون ہے مجھے حکم دینے والا میں تو خدا کا حکم مانوں گا۔ لیکن جب ان کا باقی سال آپ دیکھیں گے تو اس میں بھی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ زندگی بھر محروم رہتے ہیں ورنہ کم سے کم باقی وقت تو رکھیں۔ جو واقعتہ سچے عذر کی وجہ سے رکتے ہیں اللہ کی خاطر رکتے ہیں وہ باقی سال میں ضرور رکھتے ہیں اور یہ لوگ اپنی عمر گنوا دیتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ان تحریرات کو غور سے پڑھیں تو ہمارے لئے بہت سے باریک مسائل کو آپ کھولتے چلے جاتے ہیں۔

"لیکن جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ درددل ایک قابل قدر شے ہے۔"

پس روزے سے محرومی کے نتیجے میں اگر درد دل ہو تو ایک بہت ہی اعلیٰ نشان ہے اس بات کا کہ واقعتہ تمہاری روزوں سے محرومی تمہیں ثواب سے محروم نہیں رکھے گی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے درد دل والے کو عام روزہ رکھنے والے کے ثواب سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۱۹۹۸ء)

رمضان یا عید کا چاند

کیا ساری دنیا میں ایک ہی دن عید یا رمضان کا آغاز ہو سکتا ہے؟

چودہ سو سال قبل صحرائے عرب کے نبی امی پر نازل ہونے والی فلکیاتی علوم پر مشتمل صداقتیں

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ

شھد شھرا سے مراد ہے جو رمضان کو طلوع ہوتا دیکھے۔ یعنی رمضان کا چاند جس پر طلوع ہو گا وہ روزے رکھے۔

اب رمضان کا مہینہ اصل میں بیک وقت ہر جگہ اکٹھا طلوع نہیں ہوتا اور یہ بحثیں عام اٹھ رہی ہیں کہ کیوں نہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ سب مسلمان بیک وقت روزے رکھیں اور یہ جو جھگڑے چل رہے ہیں آج ان کا رمضان شروع ہو گیا کل ان کا رمضان شروع ہو گیا ان جھگڑوں کا قضیہ ہی چکا دیا جائے مگر قرآن تو نہیں چکاتا۔ قرآن کریم نے تو اس مضمون کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ "فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ" ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ملک میں رہتے ہو اور اس ملک کے افق الگ الگ ہوں اور اگر ایک شخص نے "من شھد منکم الشھر" اس کے وقت کو پایا ہو تو اس پر فرض ہے کہ روزے رکھے۔ ایک وہ جس نے نہیں پایا اس پر فرض نہیں ہے بلکہ مناسب نہیں ہے کہ رکھے۔ اسے انتظار کرنا ہو گا جب تک اس آیت کا اطلاق اس پر نہ ہو۔

تو رمضان بھی بعینیہ ایک ہی تاریخ کو ہر جگہ شروع نہ ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ممالک بدل جائیں تو پھر تو ویسے ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر جب بھی رمضان کا چاند طلوع ہو گا اس وقت کسی جگہ گھپ اندھیرا' آدھی رات ہو گی کسی جگہ صبح کا سورج طلوع ہو رہا ہو گا۔ کسی جگہ دوپہر ہو گی' کسی جگہ عصر کی نماز پڑھی جا رہی ہو گی تو کیسے ممکن ہے کہ خدا نے جو نظام پیدا فرمایا ہے اس کے برعکس احکام جاری فرمائے۔ اس لئے "من شھد" کا مضمون جو ہے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ **ہر گز خدا کا یہ منشاء نہیں کہ سب اکٹھے روزے رکھیں' اکٹھے ختم کریں۔ ہر گز یہ منشاء نہیں کہ تمام دنیا میں ایک دن عید منائی جائے یا سارے ملک میں اگر وسیع ملک ہے ایک ہی دن عید منائی جائے۔** چھوٹے ملک میں تو ممکن ہے مگر وسیع ممالک بعض ایسے ہیں جو شمال سے بہت دور تک جنوب کے ایک حصے میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ان کے افق بدل جاتے ہیں یا شرقاً غرباً بہت وسیع ہیں۔ اب چلی (Chilli) کو دیکھیں کہ کتنا اوپر سے امریکہ کے وسط سے قریباً شروع ہو کر اور جنوب میں وہاں تک چلا جاتا ہے کہ اس سے آگے کوئی اور ملک نہیں ہے جو قطب جنوبی کے قریب تر ہو اس سے۔ اور روس کی چوڑائی اتنی ہے کہ تین گھنٹے کا فرق پڑ جاتا ہے روس کے اندر بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ امریکہ کی چوڑائی میں وسعت اتنی بڑی ہے کہ وہاں بھی کم و بیش اتنا ہی فرق پڑ جاتا ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایک ملک میں بھی بیک وقت رمضان شروع ہو سکتا ہے یا بیک وقت ایک ملک میں ایک عید کا دن طلوع ہو سکتا ہے۔

پس قرآن کریم کے جو الفاظ کا انتخاب ہے بہت ہی پر حکمت ہے اور اپنے مضمون کو خود کھول رہا ہے۔.........

"من شھد منکم الشھر فلیصمہ" جس پر یہ مہینہ طلوع ہو گا اسی کو روزے رکھنے ہیں۔ دیکھا دیکھی سنی سنائی بات پر روزے نہیں رکھنے اور یہاں "من" میں صرف ایک فرد واحد مراد نہیں ہے بلکہ وہ قوم ہے جس کا افق ایک ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کا طریق یہ جاری فرمایا کہ اگر ایک ہی افق کے لوگ کسی موسم کی خرابی کی وجہ سے اکثر نہ دیکھ سکتے ہوں تو ان میں دو قابل اعتماد یا چار قابل اعتماد کچھ قابل اعتماد لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور وہ کہیں، گواہی دیں کہ ہم نے دیکھا ہے تو اگر افق مشترک ہے تو سب کا ہی رمضان شروع ہو جائے گا اور اگر افق مشترک ہے تو سب ہی کی عید ہو جائے گی۔ تو من کا لفظ واحد پر بھی آتا ہے اور جمع پر بھی' یہ مراد نہیں ہے کہ ہر ایک جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لے رمضان شروع نہ کرے یہ تو ناممکن ہے۔ جو ہلال ہے خصوصاً پہلے دن کا ہلال وہ تو آنی جانی چیز ہے۔ دیکھتے دیکھتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ انگلیاں اٹھ رہی ہوتی ہیں اتنے میں وہ مطلع سے غائب ہو چکا ہوتا ہے۔ پس ہلال کا مطلع بھی چھوٹا ہوتا ہے اس لئے "من شھد" کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم میں سے جو اپنی آنکھوں سے دیکھے صرف وہی شخص روزے رکھے۔ مراد ہے وہ لوگ جن کا افق ایک ہے' جن کے ہمیشہ سے ہی چاند اکٹھے طلوع ہوتے ہیں جب طلوع ہوتے ہیں سب پر ہی طلوع ہوتے ہیں جب غروب ہوتے ہیں تو سب پر ہی غروب ہوتے ہیں۔ پس وہ لوگ جن کا افق مشترک ہو ان میں سے کوئی بھی دیکھے تو سب قوم کے دیکھنے کا حکم ان پر صادق آ جائے گا گویا ساری قوم نے دیکھ لیا۔

سائنسی ذرائع سے چاند کا معلوم کرنا

اب اس مضمون میں ایک پہلو رہ جاتا ہے جس کی عموماً آپ بحثیں سنتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں وہ یہ ہے کہ کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا "من شھد منکم" کے تابع ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اگر ہو تو پھر دیکھنا متروک ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشینوں کے ذریعہ چاند دکھائی دے جاتا ہو لیکن نظر سے نہ دکھائی دیتا ہو۔ تو کیا قرآن کریم کا پہلا عمل یعنی پہلے دور کا عمل اس مشینی عمل کے مقابل پر رد ہو جائے گا۔ یا پہلے دور کا عمل جاری رہے گا اور مشینی دور کا عمل متروک سمجھا جائے گا؟ یہ بحث ہے جو بہت سے لوگوں کو الجھن میں مبتلا رکھتی ہے حالانکہ اس میں ایک ادنیٰ ذرہ برابر بھی کوئی الجھن نہیں۔ الجھن لوگوں کی نافہمی اور ناسمجھی میں ہے ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ نئے دور میں مشینوں کے حوالے سے یا برقیاتی آلوں کے حوالے سے اگر آپ چاند کے طلوع کا علم حاصل کریں تو وہ "من شھد منکم" کے تابع رہتا ہے اور جہاں "من شھد" سے ہٹتا ہے وہاں اس کا عمل درآمد نہیں ہو گا وہاں بے اعتبار ہو جائے گا۔ جو لوگ نہیں سمجھتے وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور پھر آپس میں خوب ان کی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں آگے عید بھی آئے گی یہ بحثیں چلیں گی بچوں سے سکول میں بھی گفتگو ہو گی دوسرے بچوں کی۔ کالجوں میں یہ معاملہ زیر بحث آ جائے گا۔ بزنس پر' کاموں پر زیر بحث آئے گا۔ اس لئے سب احمدیوں کو اچھی طرح ہر ملک کے احمدی جو یہ خطبہ سن رہے ہیں ان کو اچھی طرح اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

چاند جو طلوع ہوتا ہے وہ جب زمین کے کنارے سے اوپر آتا ہے تو اگرچہ سائنسی لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین کے افق سے چاند ذرا سا اوپر آ چکا ہے لیکن وہ چاند لازم نہیں کہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہو۔ اس لئے سائنس دانوں نے بھی ان چیزوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اگر آپ اچھی طرح ان سے جستجو کر کے یہ بات پوچھیں تو وہ آپ کو بالکل صحیح جواب دیں گے کہ دیکھو ہم یہ تو یقینی طور پر معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ یہ چاند کس دن کتنے بجے طلوع ہو گا یعنی سورج غروب ہوتے ہی اوپر ہو چکا ہو گا لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ اگر موسم بالکل صاف ہو اور کوئی بھی رستے میں دھند نہ ہو تب بھی تم اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ کیونکہ چاند کو طلوع ہونے کے بیس منٹ یا کچھ اوپر

مزید چاہئے اور ایک خاص زاویے سے اوپر ہونا چاہئے۔ اگر وہاں تک پہنچے تو پھر آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھ سکتی۔ اس لئے ہو سکتا ہے جیسا کہ پچھلے سال مولویوں نے یہاں کیا کہ آبزرویٹری (Observatory) سے یہ تو پوچھ لیا کہ چاند کب نکلے گا اور انہوں نے وہی سائنسی جواب دے دیا کہ فلاں دن یہ اتنے بجے طلوع ہو جائے گا اور سورج ڈوبنے کے معاً بعد کا وقت تھا۔ تو مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ اس دن شروع ہو جائے گا رمضان یا عید جو بھی تھی۔ اور بعض دوسرے جو ان میں سے سمجھ دار تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمان یہاں موجود ہیں احمدی نہیں ہیں مگر وہ ان باتوں پر غور کرتے ہیں انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ایسی عید نہیں کریں گے یا ایسا رمضان نہیں شروع کریں گے اور وہ سچے تھے۔ کیونکہ اگر وہ مولوی صاحبان ان لیبارٹریز سے یا جو ان کے مراکز ہیں آسمانی سیاروں وغیرہ کو دیکھنے وغیرہ کے' ان سے پوچھتے تو وہ صاف بتا دیتے کہ نکلے گا تو سہی لیکن تم اس کی شہادت نہیں دے سکتے۔ تم اپنی آنکھ سے اس کو کبھی بھی نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ جتنا نکل کے وہ اونچا جاتا ہے اس طلوع سے کوئی آنکھ بھی اس کو اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ وہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور زمین کے قریب کی فضا اس کی شعاعوں کو نظروں تک پہنچنے سے پہلے پہلے جذب کر چکی ہوتی ہے۔ اس لئے عین نشانے پر پتہ ہو کہ وہاں چاند طلوع ہو رہا ہے آپ نظر جما کے دیکھیں آپ کو ایک ذرہ بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ تو "شھد" کا مضمون اس پر صادق نہیں آئے گا۔

"شھد" کا مطلب ہے جو گواہ بن جائے جو دیکھ لے جو پا لے۔ مگر سائنس دان ہی یہ بھی آپ کو بتاتے ہیں اور قطعیت سے بتاتے ہیں کہ اگر اتنے منٹ سے اوپر چاند ہو چکا ہو یعنی سورج ڈوبنے کے بعد مثلاً پندرہ منٹ کی بجائے بیس منٹ تک رہے تو پہلے پندرہ منٹ میں اگر دکھائی نہیں دے سکتا تو آخری پانچ منٹ میں دکھائی دے سکتا ہے یا اس کا زاویہ اتنا ہو کہ وہ زمین کے ایسے افق سے اونچا ہو چکا ہو جو افق چاند اور ہماری راہ میں حائل رہتا ہے۔ اس سے جب اونچا ہو گا تو لازماً دیکھ سکتے ہو۔ پھر بادل ہوں تو الگ مسئلہ ہے لیکن اگر بادل نہ ہوں تو لازماً ننگی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو تو پھر "شھد منکم" کا حکم صادق آگیا۔ کیونکہ "شھد" میں ساری قوم کا دیکھنا تو فرض تھا ہی نہیں۔ کچھ بھی دیکھ سکتے ہوں لیکن اس طرح دیکھ سکتے ہوں جیسے انسان کی توفیق ہے کہ ننگی آنکھ سے دیکھ سکے وہ فتویٰ لازماً ساری قوم پر برابر صادق آئے گا اور وہ لوگ جن کا افق ایک ہے وہ سائنسی ذرائع سے معلوم کر کے پہلے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

غیر معمولی دنوں والے علاقوں میں روزے

اب ایک بحث یہ ہے کہ رمضان کو سورج سے کیوں نہیں باندھا؟ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً ہر ملک کا موسم الگ الگ ہے۔ بعض ممالک ایسے ہیں جن میں سردیوں میں دن بالکل چھوٹے رہ جاتے ہیں اور گرمیوں میں بے انتہا لمبے ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں شدید گرمی ہے اور دن برابر ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں شدید گرمی ہے اور پھر دن برابر نہیں ہیں۔ تو اگر ایک ہی سورج کے حساب سے مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو وہ مہینہ ہر جگہ ایک ہی طرح ایک ہی موسم میں رہتا کبھی اس میں تبدیلی نہ ہوتی۔ ناروے کے لوگوں کے لئے مثلاً اگر وہ مہینہ سردیوں میں ہوتا تو ناروے کے لوگوں کے لئے ادھر روزہ رکھا ادھر کھولنے کا وقت آگیا اور جو جنوبی قطب کے پاس رہتے ہیں ان کا روزہ ختم ہی نہ ہوتا۔ جو زیادہ قریب ہیں وہ تو سال بھر روزہ چلتا لیکن جو ذرا مناسب فاصلے پر ہیں ان کا بھی ہو سکتا ہے تئیس گھنٹے کا روزہ ہو۔ ایک گھنٹے کے اندر نمازیں بھی پڑھنی ہیں' تہجد بھی پڑھنی ہیں' کھانا بھی کھانا ہے اور پھر تئیس گھنٹے کے روزے کے لئے تیاری کرنی ہے۔ اول تو جو تئیس گھنٹے والا واقعہ ہے وہ احادیث کے مضمون کی روشنی میں حقیقت میں ممکن ہی نہیں ہے یہ بھی میں آپ کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ اس لئے

یہ قرآن کریم نے جو فرمایا ہے علامتیں جاری فرمائی ہیں دو طرح سے۔ ایک علامتیں وہ ہیں جن کا تعلق چاند سے ہے' ایک علامتیں وہ ہیں جن کا تعلق سورج سے ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں عبادتیں دونوں طرح اکٹھی ہو گئی ہیں۔ کسی اور مہینے میں اس طرح عبادتیں اکٹھی نہیں ہوئیں جس طرح رمضان کے مہینے میں عبادتیں ہر پہلو سے جڑ گئی ہیں یعنی سورج کے سال کا بھی تعلق ہے اور چاند کے سال کا بھی تعلق ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی عبادات کا تعلق ہے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ روزانہ نمازیں بھی تو مغرب کے بعد آتی ہیں۔ آتی تو ہیں مگر وہ سورج کے حوالے سے آتی ہیں چاند کے حوالے سے نہیں۔ پانچ نمازیں جو فرض ہیں اور تہجد کے وقت' یہ سارے کے سارے سورج کی علامتوں سے تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ چاند کے تعلق سے جو عبادت آتی ہے وہ صرف رمضان کی ہے۔ یا پھر حج ہے جو چاند سے تعلق رکھتا ہے مگر اس کے علاوہ تمام عبادتیں سورج سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کے ساتھ نمازوں کو باندھ کر یہ بات ناممکن بنا دی ہے کہ ایک انسان علامتوں کے مطابق ایسی جگہ پانچ نمازیں ادا کر سکے جو شمالی قطب یا جنوبی قطب کے بہت قریب ہو۔ اور یہ ناممکن بنا کر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع فرما دی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے دجال کا زمانہ جب کہ دن دنیا میں بعض جگہ روزمرہ کے چوبیس گھنٹے کے دن ہونگے اکثر جگہ تو یہی ہو گا لیکن بعض ایسی جگہیں بھی ہونگی جہاں لمبے بھی ہوں کہیں چھ مہینے کا دن بھی ہو گا کہیں سال کا دن بھی ہو گا۔ یہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مطلع فرمایا تاکہ آئندہ زمانے کے انسان کے لئے مشکل نہ رہے۔ اس کے ساتھ ہی صحابہ میں سے کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا جب ایک سال کا دن آئے گا تو ہم اس ایک سال میں پانچ نمازیں پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا بالکل نہیں اندازہ لگا کر اپنے ویسے ہی دن تقسیم کرنا جیسے روزمرہ کے معمول کے دن ہیں اور جب وہ دن گزرے تو اس کے مطابق اپنی پانچ نمازیں پوری کیا کرنا۔

تو جہاں سورج کی ظاہری علامتیں قاصر رہ جائیں کہ وہ ایک دن کے خدوخال کو نمایاں کر سکیں جہاں سورج کی ظاہری علامتیں عاجز آ جائیں کہ دن چوبیس گھنٹے کے اندر باندھے رکھیں وہاں نمازوں کے احکامات بدل گئے وہاں اندازے شروع ہو گئے اور اندازوں کی شریعت نے اجازت دی۔ اور اس میں حکمت ظاہر و باہر ہے۔ اول تو یہ کہ لمبے روزے میں تو سارے ہی شہید ہو جاتے ایک ہی روزے میں۔ اور چھوٹے روزے کا پتہ ہی نہ لگتا کہ کیسے رکھیں وہ ایک تماشہ سا بن جاتا۔ مگر جہاں بھی یہ اجنبی دن چڑھتے ہیں خواہ وہ ایک دن کے چوبیس گھنٹے کے دائرے میں بھی رہیں تو قرآن کریم کا کمال یہ ہے عبادت کی علامتیں ایسی بتائی ہیں کہ وہاں علامتیں عبادت کو ان دنوں کے اندر ساکت کر دیتی ہیں اور اندازہ شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی غیر معمولی دن کے لئے ضروری نہیں کہ چوبیس گھنٹے سے لمبا ہو۔ چوبیس گھنٹے سے قریب دن پہنچا ہوا ہو تب بھی وہ ناممکن دن بن جائے گا اور جہاں وہ ناممکن دن بنے گا وہیں سے اندازہ شروع ہو جائے گا۔

بات یہ ہے کہ اگر دن فرض کریں اٹھارہ گھنٹے کا ہو یعنی سورج نکلنے سے (روزے کی بات نہیں کر رہا) دن سورج نکلنے سے سورج غروب ہونے تک اٹھارہ گھنٹے ہوں تو پیچھے چھ گھنٹے کی جو رات رہ جائے گی اس رات میں صبح اور شام کی شفق اتنی پھیل چکی ہو گی کہ ان کے درمیان سیاہی آئے گی ہی نہیں۔ پس جب سیاہی غائب ہو گئی تو نمازوں کی تقسیم ممکن نہ رہی۔ مغرب کس وقت پڑھیں گے۔ عشاء کس وقت پڑھیں گے' تہجد کس وقت ہو گی' صبح کس وقت طلوع ہو گی یہ ایک ہی چیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم نے خود یہ ایسے دن دیکھے ہیں جب ہم گرمیوں میں ایک دو سال پہلے ناروے گئے تھے شمال کی طرف تو جہاں چوبیس گھنٹے کا دن شروع ہو چکا تھا وہاں تو بالکل ہی معاملہ اور ہے۔ وہاں تو صبح بھی سورج' دوپہر کو بھی' رات کو بھی' آدھی

رات کو بھی، اور سورج نکلنے ہوئے میں تہجد پڑھنی پڑتی تھی مگر اندازے کر کے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اصدق الصادقین ہیں سب سچوں سے بڑھ کر سچے اور یہ ایک بات بھی آپ کی سچائی پر سورج سے بڑھ کر زیادہ روشن گواہ بن جاتی ہے۔ اس اندھیرے زمانے میں اتنی روشنی سے چودہ سو سال بعد کے حالات معلوم کئے اور ان پر روشنی ڈالی۔ اتنی دور تک روشنی ڈالنے والا نبی اس شان کا کوئی دکھاؤ تو سہی۔ فرمایا وہ دن ہونگے جب بھی وہ دن عام عادت سے بدل چکے ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے روز مرہ کے عادی دنوں کے مطابق اندازے کرنا۔ عادی دن وہ ہیں جن میں پانچ نمازیں سورج کی علامتوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز کی جا سکتی ہیں۔ جہاں وہ نمازیں ممتاز نہیں ہو سکتیں وہاں اندازہ شروع۔ اور پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ تو اس لئے یہ قرآن کریم کا کمال ہے کہ رمضان مبارک کو چاند کے ساتھ جو باندھا ہے اب میں اس طرف واپس آرہا ہوں اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ مہینہ جگہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی یہ جنوب والے لوگوں کے لئے آسان ہو جاتا ہے کبھی شمال والوں کے لئے۔ پس ایسے موقع پر اگر یہ سورج والا مہینہ ہوتا تو بعض لوگوں پر ہمیشہ بہت ہی سخت رہتا۔ لمبے سے لمبا دن اور پر آزار دن جس میں گرمی سے لوگوں کی زبانیں سوکھ جاتیں اور تڑپ تڑپ کے بعض جان دے دیتے۔ ہمیشہ مسلسل ایسی ہی تکلیف لے کر ان کے لئے آتا۔ اور بعض جگہ اتنا چھوٹا ہوتا اور موسم بھی ٹھنڈا کہ ان کو پتہ ہی نہیں لگتا بلکہ ان کے لئے یہ مصیبت ہوتی کہ کھائیں کیسے۔ ایک روزہ افطار بھی کریں اور سحر بھی کریں، بیچ میں تہجد بھی پڑھیں چند گھنٹوں کے اندر یہ ممکن نہیں ہے۔ پس کتنے گھنٹے کے لئے ممکن ہے اس کی علامتیں ساتھ بیان فرما دی گئیں کہ جہاں سورج کی علامتوں سے عبادتیں کھل کے واضح ہوں جہاں رمضان پر یہ بات صادق آئے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو سکے وہ دن معمول کے دن ہیں۔ جہاں ان میں سے کوئی علامت اطلاق نہ پائے وہاں تم نے اندازے کرنے ہیں۔

معمول کے دن قرآن کی تعریف سے یہ بنیں گے کہ جن دنوں میں صبح کی سفیدی اور شام کے درمیان ایک اندھیرا حائل ہو تا کہ قرآن کریم کی یہ بات پوری اتر سکے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے الگ ہو جائے۔ اور اگر دونوں دھاگے ہی سفید ہوں تو پھر الگ کیسے ہونگے۔ اس لئے تمام جماعتوں میں علماء کے ایسے بورڈ بنانے چاہئیں ان تمام جماعتوں میں جو یا جنوب کے زیادہ قریب ہیں یا شمال کے زیادہ قریب ہیں تا کہ اپنی اپنی جماعتوں کی راہنمائی کر سکیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی ملک میں بعض دفعہ ایک رمضان ایک جگہ غیر معمولی ہو جاتا ہے دوسری جگہ معمولی رہتا ہے اور جتنا شمال کی طرف یا جنوب کی طرف جائیں گے اتنا ہی ایک ملک کے اندر رہتے ہوئے بھی تفریق کرنی پڑتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ آپ ہر بات مرکز سے لکھ کر ہم سے حساب کروائیں۔ آبزرویٹری (Observatory) جو بھی ہے جو بھی ان کی رصد گاہیں بنی ہوئی ہیں جہاں سے وہ زمین و آسمان کا مطالعہ کرتے ہیں یعنی موسمیات کے دفتر اور ان کے محکمے ان سے مشورہ کر کے، تو مختلف جماعتوں کے لئے رمضان سے پہلے ہی ان کے شیڈول (Schedule) بنانے چاہئیں۔ اور بتانا چاہئے کہ فلاں جماعت کا معمول کا رمضان فلاں دن سے فلاں دن تک ہے اور فلاں دن سے فلاں دن تک کا جو رمضان کا حصہ ہے وہ معمول سے نکل گیا ہے اس لئے وہاں آپ کو قرآن کریم اختیار دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ یعنی آنحضرت ﷺ نے جو قرآن کا مفہوم سمجھا اور وہی درست ہے وہ آپ کو اختیار دیتا ہے کہ اندازے کے مطابق اپنی نمازوں کو بھی تقسیم کریں اور روزوں کے وقت بھی مقرر کریں۔

اور ایسی صورت میں دو طریق ہیں دونوں میں سے ایک آپ اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ معمول کے دن کے روزوں سے مراد بارہ گھنٹے کا دن بارہ گھنٹے کی رات لے لی جائے

جو وسطی ہے۔ لیکن اگر یوں کریں گے تو ان دنوں کا اس ملک کے باقی دنوں سے بہت زیادہ فرق ہو جائے گا اور جہاں بھی معمول کے دنوں کا غیر معمولی دنوں سے جوڑ ہوگا وہاں تفریق بہت بڑی ہو جائے گی۔ اس لئے دوسرا جو طریق ہے جو میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے سے قریب تر معمول کے دنوں کے مطابق عمل کریں۔ یعنی اگر ساٹھ یا ستر ڈگری شمال پر بھی ہے اگر ایک سال میں جو جنوبی حصہ ہے اس کا سارا رمضان معمول کا رمضان ہے یعنی سورج کی علامتیں اور چاند کی علامتیں پوری اس پر صادق آ رہی ہیں اور شمالی حصے پر صادق نہیں آ رہیں تو بجائے اس کے کہ وہ چھلانگ لگا کر خط استواء تک پہنچے اور وہاں کا معمول پکڑے، عقل تقاضا کرتی ہے کہ اپنے ہی ملک میں جو قریب تر جگہ ہے جہاں معمول کے روزے چل رہے ہیں ان کے اندازے کے مطابق اپنے روزوں کے اندازے کر لیا کرے۔ تہجد کا وقت بھی اس کے مطابق کرے اور سحری کا وقت بھی اور افطاری کا وقت بھی اور اس طریق پر انشاء اللہ تمام جماعت....... کو وقت کے اختلاف کے باوجود بھی ایک وحدت ضرور نصیب ہوگی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جنوری ۹۶ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

بقیہ از صفحہ 14

بہتر اور کوئی فتنوں کا علاج نہیں ہے۔ پس وہی حذیفہ جن کی اکثر حدیثیں لوگ ایسے ایسے فتنوں کے متعلق پیش کرتے ہیں جن سے انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کی نصیحت کو سمجھ گئے اور اس فتنے کی بات کی جو سب سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور وہ فتنہ ان کو یاد تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہوا ہے۔ پس حدیثوں پر غور کرنے اور ان میں ڈوبنے سے بڑے بڑے مطالب ہاتھ آتے ہیں۔ سرسری باتیں کر کے گزر جائیں تو آپ کو کچھ بھی سمجھ نہیں آئے گی۔ پس رسول اللہ کا کلام جیسے کہ میں نے عرض کیا ہے خود بولتا ہے، عظیم الشان معانی اپنے اندر رکھتا ہے۔

پس اس فتنے کی فکر کرو جو تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے، تمہارے بچوں کی صورت میں رونما ہو رہا ہے، تمہارے اموال کی صورت میں رونما ہو رہا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے الصلوۃ والصوم دو ہی چیزیں ہیں۔ نمازوں سے گھر کو بھر دو اور جب رمضان کے مہینے کے روزے آیا کریں اور ویسے بھی اپنے گھروں کو روزوں سے بھر دیا کرو، ہر قسم کے فتنے سے نجات پاؤ گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 دسمبر 97ء)

بقیہ از صفحہ 33

خرید لیا۔ کوئی بازار سے چپس لے لئے، فرائز خرید لیں۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ ان کو ملتے رہنا چاہئے اور اکثر مل ہی جاتا ہے اور سب بچوں نے اپنی اپنی چیزیں سنبھال کے رکھی ہوتی ہیں اپنے تھیلوں میں کہ ہم یہ کھائیں گے۔ تو ان کو سمجھانا چاہئے کہ رمضان، آج کل کے مہینے میں تو روزے چھوٹے ہیں مگر بڑے سخت بھی آ جایا کرتے ہیں۔ مگر آج کل بھی بچوں کو جو پابندی کا احساس ہے یہ نہیں کھانا' یہ تکلیف ضرور پہنچاتا ہے۔ پس آپ فدیہ کے حوالے سے ان کو سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ نے دیکھو اگر روزے کا تعلق غریبوں کی بھوک سے بھی ہے۔ اور ساتھ یہ فرما دیا **فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ** کہ یہ صرف ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جن کے روزے چھٹ گئے ہیں۔ غریب کو کھانا کھلانا تو ایک دائمی مضمون ہے اور رمضان کے مہینے میں تو یہ خصوصیت سے غریب کو کھانا کھلانا ایک بہت بڑی نیکی بن جاتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۷ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۷ مارچ ۱۹۹۷ء)

رمضان

قسمتیں سنوارنے والا مہینہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

'حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں ایک وہ جس نے رمضان پایا پھر رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور گناہ بخشے نہ گئے۔'

یہ جو دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہے دراصل یہ اللہ کے تعلق میں لازماً یہی مضمون ہے جو رمضان کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہی مضمون ہے جو رمضان کے حوالے سے سمجھانا بہت ضروری تھا۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ جو بات بیان فرمائی ہے کہ والدین کو پایا اور گناہ بخشے نہ گئے اسی حالت میں رمضان گزر گیا یہ بہت ہی گہرا نکتہ ہے جس کا قرآنی تعلیم سے تعلق ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ "قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا" تو کہہ دے کہ آؤ میں تمہیں وہ بات بتاؤں جو خدا تعالیٰ نے حرام کر دی ہے تم پر۔ ایک یہ کہ خدا کا شریک نہیں ٹھہرانا۔ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خالص کر لو۔ دوسرا یہ کہ ماں باپ سے لازماً احسان کا سلوک کرنا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کر کے خدا کی ناراضگی نہ کما بیٹھنا۔ تو شرک کا مضمون خدا تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا کہ میرا شرک کرو گے تو یہ بہت ہی بڑا گناہ ہوگا۔ حرام کر دیا ہے تم پر۔ لیکن ماں باپ سے جو احسان کرو گے وہ میرا شریک بنانا نہیں ہے۔ شرک سے نیچے نیچے اگر کسی کی عظمت خدا تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے تو وہ ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی ہی نہیں اس سے بڑھ کر ان سے حسن سلوک کرنا ہے۔

پس حضرت رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ رمضان شریف میں دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں جو نہ خدا کو پا سکیں نہ ماں باپ کا کچھ کر سکیں رمضان گزر جائے اور ان دو پہلوؤں سے ان کے گناہ نہ بخشے گئے ہوں تو یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط چیزیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے اور اس احسان میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ یعنی اس نے آپ کو پیدا کیا اس نے سب کچھ بنایا اور ماں باپ بھی اس میں شریک ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ماں باپ کو بھی اسی نے بنایا اور ماں باپ کو جو توفیق بخشی آپ کو پیدا کرنے کی وہ اسی نے پیدا کی ہے' اپنے طور پر تو کوئی کسی کو پیدا کر ہی نہیں سکتا اپنے زور سے۔ ایک معمولی سا خون کا لوتھڑا بھی انسان پیدا نہیں کر سکتا اگر خدا تعالیٰ نے اس کو ذرائع نہ بخشے ہوں۔

تو پہلا مضمون یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اس لئے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا ظلم ہے کہ خدا جس نے سب کچھ بنایا ہو اس کو نظر انداز کر کے نعمتوں کے شکریے دوسروں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔ اگر ایک تخلیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ احسان کا سلوک کریں گے تو جو عظیم خالق ہے لازماً اس کے لئے بھی دل میں امتنان اور احسان کے جذبات زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہوں گے اور پرورش پائیں گے۔ پس یہ دو مضمون جڑے ہوئے ہیں۔

بقیہ صفحہ 45 پر

روزہ اور نماز

آئے دن کے فتنوں سے نجات کا ذریعہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز فرماتے ہیں :-

"ایک اور حدیث میں درج ہے ' صحیح بخاری میں ' کہ روزہ فتنوں کا کفارہ ہے- عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ- حذیفہؓ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے فقال حضرت عمرؓ نے کہا اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ- تم میں سے کون ہے جسے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ قول یاد ہے فی الفتنۃ فتنے کے متعلق- یعنی چونکہ بہت سے فتنوں نے آنا تھا اور بعض صحابہ کو خصوصیت سے شوق تھا کہ وہ فتنوں کی باتوں کو ازبر کرلیں تاکہ دنیا کو متنبہ کرسکیں کہ ایسے ایسے فتنے پیدا ہونے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس مضمون کو صحیح رُخ پر چلانے کے لئے یعنی فتنے سے مراد یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں قتل و غارت ہوگا' لوگ بھاگے پھریں گے ' افراتفری پیدا ہوجائے گی ان باتوں کا شوق ہوگیا ہوگا لوگوں کو ' جیسے نجومیوں کے پیچھے جاتے ہیں بتاؤ آئندہ کیا ہونا ہے- حضرت عمرؓ نے ان خیالات کا رُخ صحیح جانب پھیرا ہے اس حدیث میں - فرمایا' تمہیں کوئی رسول اللہ ﷺ کی باتیں یاد ہیں فتنے سے متعلق- فقلت حذیفہ بھی ان میں سے ہیں جن کو شوق تھا بڑی فتنوں کی حدیثیں یاد کی ہوئی ہیں ہم نے- حذیفہؓ نے کہا ہاں مجھے ' میں نے فتنے کی باتیں سنی ہوئی ہیں- قَالَ اِنَّکَ عَلَیْہِ اَوْ عَلَیْھَا لَجَرِیٌ کہ تم ان باتوں کے اوپر بڑے دلیر ہو- جری بہادر کو کہتے ہیں- اب اس دلیری میں بظاہر ایک تعریف بھی ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ تم ضرورت سے زیادہ بہادر بنے پھرتے ہو- ان فتنوں کی باتوں کو سمجھے بغیر ارد گرد بیان کرتے پھرتے ہو اور دلیری دکھاتے ہو اور حذیفہؓ کو سمجھانا مقصود تھا۔ سمجھانا مقصود تھا- فرمایا انک علیہ او علیھا لجری جب یہ بات سنی تو حذیفہ کو ہوش آگئی اور جو فتنے کی حقیقت تھی جس کے لئے کسی فساد کے زمانے کے دیکھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں- وہ دائمی حقیقت رسول اللہ ﷺ بیان کرچکے تھے اور ان کو نصیحت فرمائی تو اب دیکھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں دائمی حقیقت رسول اللہ ﷺ بیان کرچکے تھے اور ان کو شوق تھا دوسری باتیں کرنے کا- حضرت عمرؓ نے جب ایک قسم کا ڈانٹا اور حقیقت حال کی طرف توجہ کرنے کی نصیحت فرمائی تو اب دیکھیں وہی حذیفہؓ کیا بات کرتے ہیں وہ کہتے ہیں- قلت فتنہ الرجل فی اھلہ و مالہ و ولدہ رسول اللہ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ انسان کا فتنہ اس کے اھلہ اپنے اہل و عیال میں ہے ومالہ اور اپنے مال میں ہے وولدہ اور اپنی اولاد میں ہے وجارہ اور اپنے پڑوسی میں ہے تکفرھا الصلوۃ والصوم والصدقۃ والا مرو النھی- اب اس کا جو ترجمہ دیا گیا ہے اس میں یوں لگتا ہے جیسے کفارہ ہے وہ کفارہ نہیں ہے- تکفر کا مطلب ہے اس کو دور کرتا ہے' ہٹاتا ہے- پس آنحضرت ﷺ نے جو اصل فتنہ بیان فرمایا ہے اور اس سے مومن کو ہمیشہ کے لئے متنبہ کردیا وہ یہ فتنہ ہے- یہ مراد نہیں کہ تم ایسے زمانے میں آؤ جس میں ہر طرف فساد پھیلا ہو تب تم ان باتوں کی طرف توجہ کرو کیونکہ فتنے کا جو علاج بتایا ہے یہ روزمرہ کی مومن کی زندگی ہے اور اصل فتنہ ہے ہی وہی- اگر یہ گھر کا فتنہ ٹھیک ہوجائے ' اگر آپ اپنے اہل و عیال کو صحیح راستہ پر ڈال دیں تو اس سے

بقیہ صفحہ ..12.... پر

رمضان

سارے گناہوں کی بخشش کا باعث

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز اس ارشاد نبوی کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص ایمان کے تقاضے اور احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں - اب یہاں لفظ احتساب استعمال ہوا ہے - اصل الفاظ یہ ہیں مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ لفظ احتساب کا ترجمہ جہاں جہاں بھی میں نے دیکھا ہے ہر جگہ "ثواب کی نیت سے" کر دیا گیا ہے جو اس موقع پر بالکل بے تعلق ترجمہ ہے -

اجر کی نیت سے تو آدمی ہر چیز کرتا ہی ہے اس میں کیا خلوص پایا جاتا ہے - آپ تو جہاں تک ممکن ہو انگلی بھی نہ ہلائیں اگر اجر کا مقصد نہ ہو - اب جو کان پہ خارش کرنے کے لئے بھی انگلی ہلاتے ہیں تو اجر ہوتا ہے جس کے پیش نظر آپ یہ کام کرتے ہیں ورنہ بیٹھے بیٹھے کیا ضرورت ہے حرکت کرنے کی - تو اجر تو ایک عام چیز ہے - اجر کی خاطر اگر ایسا کرو گے تو پھر تمہیں بخشا جائے گا بالکل بے تعلق مضمون ہے - پس میں نے ڈکشنری کو غور سے دیکھا ' مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ دھوکہ اس لئے لگا ہے کہ احتساب کے ساتھ اگر اجر کا لفظ آئے تو پھر ثواب کی خاطر مراد ہوتی ہے اور اگر بغیر کسی لفظ کے احتساب آئے تو وہاں حساب کرنا Accounting اور شمار کرنا اپنا ' ایک ایک چیز کا جائزہ لینا یہ مراد ہوتی ہے -

چنانچہ محتسب ' شہر کے محتسب کا نام آپ نے سنا ہوا ہے شعروں میں بہت ذکر آتا ہے - جو شخص لوگوں کا حساب کرتا پھرے کہ کوئی کیا کر رہا ہے ایک انسان جو روزانہ اپنے کھاتے لے کر بیٹھتا ہے حساب کرتا ہے یہ کہ کیا پایا کیا کھویا یہ سب لفظ احتساب کے تابع آتا ہے - پس جو چوٹی کی لغات ہیں وہ اس فرق کو نمایاں کرتی ہیں - کہتی ہیں "احتسابا" خالی ' جب اکیلا آئے تو اس سے مراد اول طور پر حساب کو چسپاں کر کے خود اپنا تنقیدی جائزہ لو - اب اتنا عظیم الشان مضمون ترجمہ کرنے والوں نے کس طرح نظر سے اوجھل کر دیا ہے جب بار بار یہ کہا گیا کہ "ثواب کی خاطر" - تو ثواب کی خاطر ہر چیز کرتے ہیں تو کونسی چیز ہے جو ثواب کے بغیر کرتے ہوں -

تو مراد ہے احتساب کی خاطر ' جب اپنے نفس کا احتساب کرو گے کہ تم کس حالت میں ہو ' روزانہ کیا تمہارا مشغلہ ہے ' کیا کیا کام جو برے کام تھے تم نے اب رمضان میں چھوڑنے شروع کر دیئے ہیں - کیا کیا کام جو اچھے کام تھے ان کو پہلے سے زیادہ خوبصورتی کے ساتھ ' بلکہ ایک نئی شان کے ساتھ آنکھوں کے سامنے ابھرتا ہے جب ہم احتساب کا صحیح ترجمہ کریں - تو مراد ہے کہ جو شخص "ایمان کے تقاضے پورا کرتا ہو" لفظ بھی بات مبہم کرنے والا ہے ' جو اللہ پر ایمان کی خاطر ایسا کرتا ہے - اب یہ جو پہلا لفظ ہے یہی آنکھیں کھولنے کے لئے بہت کافی ہے - بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں تو رسماً روزے رکھتے ہیں - بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں لیکن پورا خدا پر ایمان نہیں ہوتا - جب بھی رمضان ختم ہو تو وہ واپس پہلی منفی حالتوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور خدا کے بغیر جو ان کی زندگی ہے وہ از سر نو پھر شروع ہو جاتی

ہے- ادھر رمضان ختم ہوا ادھر پرانی زندگی لوٹ آئی-

جو یہ بات ہے بہت گہری بات ہے-آنحضرت ﷺ کے الفاظ کو کبھی بھی ہلکی نظر سے نہ دیکھیں بہت گہرے مضامین لئے ہوئے ہوتے ہیں-

تو-پہلی بات یہ ہے "ایمانا" "ایمانا" یعنی اللہ پر ایمان ہے اس لئے روزے رکھ رہا ہوں یہ ایک اہم مضمون ہے-سب سے پہلے اپنی نیتوں کو پرکھ کر دیکھیں اور غور کریں کہ واقعۃً اللہ پر ایمان کے نتیجے میں روزہ ہے تو ایمان کے تقاضے بھی پورے کرتے ہیں کہ نہیں-وہ ایمان جو فرضی ہو جس میں تقاضے پورے نہ کئے جائیں اس ایمان کا فائدہ کیا-ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لئے احتساب ضروری ہے اس لئے "ایمانا و احتسابا" کے دو لفظوں کو اکٹھا جوڑ دیا گیا ہے اور مضمون کو مکمل کیا گیا ہے"-

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ جنوری ۹۷ء)

پھر فرمایا:-

"آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں روزہ گناہوں کو یکسر مٹا دیتا ہے-نذر بن شیبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے براہ راست سنی ہو-نذر بن شیبانؓ کہتے ہیں میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا تھا-یہ کیا خیال آیا ان کو، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی یہ روایت عام ہوئی ہوگی اور اس کا چرچا انہوں نے سنا ہوگا اور وہ چاہتے ہونگے کہ میں ان کی زبان سے خود سن لوں-ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا ہاں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنے تم پر فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل آتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو-

یہ وہی حدیث ہے جو گزشتہ سال بھی میں نے بیان کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ "ثواب کی نیت سے روزے رکھنے" کا ترجمہ درست نہیں ہے-یہ رواجی ترجمہ ہے-اور ثواب کی نیت سے روزے رکھنا احتساب کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے-جو روزے اس لئے رکھے کہ اپنے نفس کا احتساب کرے اور باریک نظر سے اپنے اعمال کا جائزہ لے کہ ان میں کہیں کسی قسم کی غیر اللہ کی ملونی تو داخل نہیں ہو رہی-یہ ترجمہ اگر کیا جائے تو پھر باقی مضمون بالکل ٹھیک بنتا ہے-ایسا شخص جب رمضان سے گزرے گا تو گویا اسے نئی زندگی ملی ہے جیسے ماں نے اسے جنم دیا ہے-پس اس پہلو سے یاد رکھیں جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں مَن صامہ وَ قَامہ اِیمَاناً وَ اِحتِسَاباً یہ لفظ احتساب ہے جس کا ترجمہ ہمارے تراجم میں غلط رنگ میں راہ پا گیا ہے-اور احتساب سمجھنا ضروری ہے ورنہ اس کے بعد کَیوم وَلدتہ اللہ کے الفاظ نہیں آسکتے-احتساب ہی ہے جو انسان کو یکایک صاف کر سکتا ہے گویا اس کی ماں نے اسے نیا جنم دیا ہے"

(خطبہ فرمودہ 16 جنوری 98ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

بقیہ از صفحہ 28

میں آج آپ کو متوجہ کر رہا ہوں- بعض لوگ جانتے ہیں کنکوے اڑائے جاتے ہیں مگر بسنت میں جو کنکووں کے اڑنے کا عالم ہے وہ چیز ہی اور ہو جاتی ہے- پس خدا کی یادوں کے لئے یہ مہینہ بسنت بن گیا ہے اور بار بار ذکر الٰہی کے جو گیت ہیں وہ گھر گھر سے بلند ہوتے ہیں- مختلف وقتوں میں اٹھتے ہیں، صبح شام تلاوت کی آوازیں آتی ہیں اور طرح طرح سے انسان اللہ کی یاد کو زندہ اور تازہ اور دائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ جو یاد آئے وہ پھر ہاتھ سے نکل نہ جائے-"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۸ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

تہجد

رمضان کی اصل برکت

رمضان خصوصیت کے ساتھ تہجد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز فرماتے ہیں :-

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر فرمایا اور اسے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا جو شخص رمضان کے مہینے میں حالت ایمان میں ثواب اور اخلاص کی خاطر عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا- تو ہر رمضان ہمارے لئے ایک نئی پیدائش کی خوشخبری لے کر آتا ہے-

اگر ہم ان شرطوں کے ساتھ رمضان سے گزر جائیں جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں تو گویا ہر سال ایک نئی روحانی پیدائش ہو گی اور گزشتہ تمام گناہوں کے داغ دھل جائیں گے-

ایک دوسری حدیث بخاری کتاب الصوم سے لی گئی ہے "باب من فضل من قام رمضان"- حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں-

ان دونوں حدیثوں میں تھوڑا سا فرق ہے- پہلی حدیث میں عبادت کا عمومی ذکر تھا جو اخلاص کے ساتھ ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے عبادت کرتا اس کی گویا کہ از سر نو روحانی پیدائش ہوتی ہے، یہاں تہجد کی نماز کا خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا ہے جو رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں- پس رمضان خصوصیت کے ساتھ تہجد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی تہجد کی نمازیں یوں کہنا چاہئے خصوصیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اگرچہ دوسرے مہینوں میں بھی پڑھی جاتی ہیں- اور اس پہلو سے وہ سب جو روزے رکھتے ہیں ان کے لئے تہجد میں داخل ہونے کا ایک راستہ کھل جاتا ہے- کیونکہ اس کے بغیر اگر عام دنوں میں تہجد پڑھنے کی کوشش کی جائے تو ہو سکتا ہے بعض طبیعتوں پر گراں گزرے مگر رمضان میں جب اٹھنا ہے تو روحانی غذا بھی کیوں انسان شامل نہ کرلے- اس لئے اسے اپنا ایک دستور بنالیں اور بچوں کو بھی ہمیشہ تاکید کریں کہ اگر وہ سحری کی خاطر اٹھتے ہیں تو ساتھ دو نفل بھی پڑھ لیا کریں اور اگر روزے رکھنے کی عمر کو پہنچ گئے ہیں پھر تو ان کو ضرور نوافل کی طرف متوجہ کرنا چاہئے- یہ درست نہیں کہ اٹھیں اور آنکھیں ملتے ہوئے سیدھا کھانے کی میز پر آجائیں' یہ رمضان کی روح کے منافی ہے- اور جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اصل برکت تہجد کی نماز سے حاصل کی جاتی ہے اور امید ہے کہ اس کو اب رواج دیا جائے گا' بچوں میں بھی اور بڑوں میں بھی-

تہجد کے بغیر سحری کا تصور ہی نہیں

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے قادیان میں جو بچپن ہم نے گزارا اس میں تو یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص تہجد کے

بغیر سحری کھانا شروع کر دے ' ناممکن تھا- بڑا ہو یا چھوٹا وقت سے پہلے اٹھتا تھا اور توفیق ملتی تھی تو تہجد کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت بھی پہلے کرتا تھا پھر آخر پر سحری کے لئے وقت نکالا جاتا تھا اور سحری کا وقت تہجد اور تلاوت کے وقت کے مقابل پر ہمیشہ بہت تھوڑا سا رہتا تھا- بعض دفعہ جلدی جلدی کر کے ان کو کھانا کھانا پڑتا تھا کیونکہ اگر دیر میں آنکھ کھلی ہے تو کھانے کا حصہ نکالتے تھے تہجد کے لئے ' تہجد کا حصہ نکال کر کھانے کو نہیں دیا جاتا تھا- پس یہی وہ اعلیٰ رواج ہے جسے اس زمانے میں بھی رائج کرنا چاہئے اور اس پر قائم رہنا چاہئے-

مسند احمد بن حنبلؒ میں سے یہ حدیث ہے۔ بحوالہ فتح الربانی ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے -وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور جس نے رمضان کے تقاضوں کو پہچانا اور ان کو پورا کیا اور جو رمضان کے دوران ان تمام باتوں سے محفوظ رہا جن سے اس کو محفوظ رہنا چاہئے تھا یعنی جس نے ہر قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھا تو ایسے روزے دار کے لئے اس کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں-

پس دیگر شرائط جو تہجد کی نماز یا عبادات ادا کرنے کے علاوہ ہیں وہ یہ ہیں کہ تقاضوں کو پورا کیا جائے اور تقاضے پورے کرنے میں اہم بات یہ ہے کہ ان تمام باتوں سے محفوظ رہے جن کے متعلق قرآن کریم میں یا احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ خصوصیت سے رمضان کے مہینے میں ان سے پرہیز کیا جائے اور ہر قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائے 'ایسا روزے دار اگر رمضان کا مہینے روزہ رکھتے ہوئے گزار دے تو اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے-'

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جنوری 98ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

بقیہ از صفحہ 20

طاقت میں تو یہ سنبھالنا بھی نہیں انہوں نے پھر آگے دنیا کو کیا سنبھالنا ہے۔ اس لئے رمضان سے یہ فائدہ اٹھائیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ فروری ۱۹۹۵ء)

ایسے لوگ ظواہر پرست ہو جاتے ہیں ظاہری چیزوں کے غلام ہو جاتے ہیں ان کی شریعت ان کو کچھ بھی نہیں فائدہ پہنچاتی۔ کورے کے کورے ' سخت دل کے سخت دل ' انسانیت کی اعلیٰ قدروں سے عاری اس دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ کچھ بھی فائدہ ان کو نہیں ہوتا۔

لیکن وہ بندھن اگر خدا کی محبت کے بندھن میں تبدیل ہوں اور اس وجہ سے ہوں۔ اللہ کی خاطر ایک انسان اپنے آپ کو پابند کر رہا ہے اور اس کی محبت کی خاطر کر رہا ہے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ پھر وہ عبد بنتا ہے ' پھر وہ غلام ہوتا ہے ورنہ روز مرہ کی ٹکسالی کے طور پر کام کرنے والے کہاں غلام ہوتے ہیں۔ پس اس معنی میں ان کی تربیت کریں ' ان کو سمجھائیں اور پھر چھوٹے موٹے روز مرہ کے رمضان کے آداب بھی تو بتائیں۔ روزے کیسے رکھے جاتے ہیں؟ کیوں رکھے جاتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلے میں جو نصیحتیں فرمائیں ان سے کچھ ان کو آگاہ کریں تو رفتہ رفتہ ان کی تربیت ہو گی اور اگر ان کو یہ تجربہ رمضان میں ہو گیا کہ ان کو لیلۃ القدر نصیب ہو گئی یعنی وہ رات آئی ہے جو رات کہلاتی ہے مگر سب سے زیادہ منور ہے اور سب سے زیادہ روشنیاں اور دائمی روشنیاں پیچھے چھوڑ جاتی ہے؟ تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ آپ کو سنبھالنے والے بن جائیں۔ آپ کو ان کو سنبھالنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ایسے لوگ میں نے دیکھے ہیں۔ جب احمدیت میں ان میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے ' وہ ہر ابتلاء سے اوپر نکل جاتے ہیں کوئی ٹھوکر ان کے لئے ٹھوکر نہیں رہتی وہ یہ نہیں کہتے کہ دیکھو جی فلاں یوں کر رہا ہے انہوں نے ہمیں احمدیت دی ' اپنا یہ حال ہے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کا ان سے بہتر نمائندہ سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی فکر کرتے ہیں۔ ان کی تربیت کرتے ہیں ان کو سمجھاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہیں جن کی ہمیں آج ضرورت ہے دنیا کو سنبھالنے کے لئے۔ اگر ایسے ہی رہنے دیا گیا کہ ہر وقت آپ ہی نے ان کو سنبھالے رکھنا ہے تو آپ کی

روزہ یا محض بھوک پیاس؟

نومبائعین اور داعیان الی اللہ کے لئے بھی ایک خصوصی نصیحت

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب یہ دو باتیں ہیں جو بیان فرمائی گئی ہیں۔ جھوٹ بولنے سے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے، ان میں فرق کیا ہے۔ بعض لوگ تو عادتاً جھوٹ بول دیتے ہیں۔ ایک بات اس کا خاص مقصد حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف اپنی شیخی ہوتی ہے بعض دفعہ۔ بعض دفعہ دلچسپ بات کرنے کا شوق ان سے جھوٹ بلواتا ہے۔ جو واقعہ نہیں ہوا ہوتا وہ اپنی طرف اپنے تجارب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے نتیجے میں دوسرے کو صرف اتنا دھوکہ لگتا ہے کہ آدمی بڑا ہوشیار ہے مگر اس کو اور نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر یہ جھوٹ یہاں نہیں رہا کرتا۔ جو شخص ایسا جھوٹ بولے پھر وہ جھوٹ اس کے عمل میں داخل ہوتا ہے اور اس کی ساری زندگی کو جھوٹا بنا دیتا ہے۔ وہ کمائی جھوٹ کی کرتا ہے وہ خطروں سے بچتا ہے تو جھوٹ کی پناہ میں آکر بچتا ہے وہ تمنائیں کرتا ہے تو اس کی تمناؤں میں جھوٹ اس کا مددگار بن جاتا ہے اور اس کے اعمال میں رچ بس جاتا ہے۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے توجہ دلائی کہ رمضان میں اس بدبخت چیز کو چھوڑو اور اگر اس کو نہیں چھوڑو گے تو یہ رمضان تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

جھوٹ سے نجات حاصل کرنا ایک وقت کے فیصلے کی بات نہیں ہے۔ باشعور طور پر آپ کو اپنے ہر فیصلے کی نگرانی کرنی ہوگی۔ فرمایا اللہ کو کیا دلچسپی ہے کہ تم بھوکے رہو۔ رہو نہ رہو خدا تو رازق ہے، خدا تو احسان کرنے آیا ہے۔ بھوک اگر کسی نیکی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ اگر بھوک خدا کی خاطر ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ سے کوئی تعلق باندھتی ہو تو پھر یہ بھوک پیاری ہے ورنہ فی ذاتہ بھوک کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کو پکڑیں اور اس نصیحت سے اپنے سفر کا آغاز کریں کیونکہ اکثر جو نومبائعین ہیں ان کو تو میں نے سچا ہی دیکھا ہے خصوصاً یورپ میں اکثر لوگ سچ کے ہی عادی ہیں۔ یہ بدقسمتی ہے بعض تیسرے درجے کی دنیا کی جس میں افریقہ بھی شامل ہے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش۔ ایسے لوگ ہیں بڑا ہی جھوٹ بولتے ہیں اور روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھوٹ کا سہارا لئے بغیر آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ ان کے سیاستدان بھی جھوٹے، ان کے پولیس کارندے بھی جھوٹے، ان کی سول سروس والے بھی جھوٹے ان کے تقویٰ انصاف قائم کرنے والے بھی جھوٹے، ان کے مانگنے والے بھی جھوٹے، ان کے دینے والے بھی جھوٹے، اتنا جھوٹ ہے کہ ایسی وبا جھوٹ کی شاید ہی دنیا میں کبھی کبھی دنیا پر بلا کے طور پر اتری ہو۔ تو رمضان کا مہینہ ہے سب سے پہلے وہ لوگ جو ایسے ملکوں سے یہاں آئے ہیں یا دوسرے ملکوں میں گئے ہیں جہاں جھوٹ نہیں ہے۔ وہ پہلے اپنے نفس کی تو اصلاح کر لیں۔ بھوکے رہیں گے اور جھوٹ بھی بولیں گے تو بھوکے رہنا سب کچھ باطل جائے گا۔ مفت کا عذاب ہے، گناہ بے لذت ہے یعنی یوں کہنا چاہئے ثواب ہے جو تکلیف وہ ثواب ہے لیکن ثواب نہیں ملتا۔ ایسا ثواب ہے جو فرضی ثواب ہے تکلیف چھوڑ جاتا ہے ثواب نہیں ہوتا۔ تو اس کا کیا

فائدہ۔

اور اس ضمن میں میں داعین الی اللہ کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو مستقلاً خدا کا بنا دینے کا ایک بہت ہی اچھا وقت ہاتھ میں آیا ہے۔ آج کل جو نئے نئے احمدی ہوئے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے میں ہو رہے ہیں' کوئی شرک سے آ رہے ہیں۔ کوئی دہریت سے آ رہے ہیں۔ کوئی دوسرے مسلمانوں سے چلے آ رہے ہیں جنہوں نے اب (دین حق) کا حقیقی نور پایا اور دیکھا اور پہچانا ہے۔ غرضیکہ ہر قسم کے لوگ ہر ملک سے آ رہے ہیں اور یہ تعداد خدا کے فضل سے دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے ان کو سنبھالنے کا مسئلہ ہوا کرتا ہے اور میں داعین الی اللہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اب رمضان میں ان کو اس طرح سنبھالیں کہ خدا کے ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیں۔ اس سے بہتر سنبھالنے کا اور کوئی طریق نہیں ہے۔ سارے مسائل ایک طرف' سارے روز مرہ کے جھگڑے ایک طرف اور کسی کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھما دیا جائے یہ ایک طرف' اس کے بعد خدا اسے پکڑ لیتا ہے اور مضبوطی سے اس کو تھام لیتا ہے۔

اب یہاں مضمون کچھ بدل گیا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں لیکن اگر آپ خدا کا حقیقی عرفان حاصل کریں تو آپ چھوڑ نہیں سکتے۔ اس کے برعکس اللہ چاہے تو چھوڑ دے لیکن انہی کو چھوڑتا ہے جو اس کا حقیقی عرفان حاصل نہیں کرتے۔ ایک سرسری تعلق کے لئے اس کے پاس آتے ہیں۔ تو اب میں جو آپ کو بات کہہ رہا ہوں درحقیقت اس میں تضاد نہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان دنوں میں ان کا ہاتھ تھما دیں پھر وہ خدا ان کو سنبھال لے گا۔ کچھ عرصہ ایسا گزرتا ہے جس سے تعلق میں کہ بندہ چھوڑنا بھی چاہے تو خدا ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ بعض دفعہ مصافحے میں میں نے دیکھا ہے بعض لوگ جو زیادہ ہی پیار کا اظہار کرنا چاہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ کتنے لوگ مصافحے والے کھڑے ہیں ہاتھ میں ہاتھ آ جائے تو چھوڑتے ہی نہیں۔ بڑی مشکل سے انگلیاں یوں یوں کر کے نکالنا پڑتا ہے ہاتھ۔ تو یہ تالیف قلب کا دور بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نئے آنے والوں پر اتنا مہربان ہوتا ہے کہ بندوں کو بھی حکم ہے کہ ان کی تالیف قلب کرو۔ یہ ذرا جیتنے کے محتاج لوگ ہیں اور خود بھی تالیف قلب فرماتا ہے اور حیرت انگیز طور پر بعض دفعہ ان کو نشان دکھاتا ہے۔ تو جب اس ہاتھ کی عادت پڑ جائے گی تو پھر یہ بھی نہیں چھوڑ سکیں گے۔ لیکن جب تک یہ ہاتھ اس ہاتھ میں نہ آ جائے جو خدا کا ہاتھ کہلاتا ہے اس وقت تک آپ کے ہاتھوں میں تو محفوظ نہیں ہیں۔ آج ہے کل نکل جائے گا ہاتھ سے۔ آپ کو کب توفیق ہے کہ سارا دن تمام سال بھر آپ روزانہ ان کی فکر کریں مہینے میں ایک دو دفعہ بھی فکر کا آپ کے پاس وقت نہیں رہتا اب تو رفتار بھی بہت پھیل چکی ہے۔ لکھو کھہا کی تعداد میں لوگ احمدیت قبول کر رہے ہیں اور ہر قوم سے' ہر مذہب سے' ہر زبان بولنے والوں میں سے آ رہے ہیں تو ان کو آپ کیا سمجھائیں گے؟ کیسے کیسے ان کی طرف توجہات کا حق ادا کریں گے۔

ایک ہی طریقہ ہے کہ خدا کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ تھما دیں۔ اور رمضان مبارک میں یہ کام ہر دوسرے دور سے زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

اس ضمن میں ان کو روزے رکھنے کی تلقین کریں۔ روزے رکھنے کے سلیقے سکھائیں۔ ان کو بتائیں کہ اس طرح دعائیں کرو اور اللہ دعاؤں کو سنتا ہے لیکن اس سے عہد باندھو کہ تم اس کو چھوڑو گے نہیں۔ اصل مقصد مذہب کا خدا سے ملانا ہے۔ اگر کوئی مذہب باتیں سکھاتا ہے اور قیدوں میں مبتلا کر جاتا ہے مگر خدا کا قیدی نہیں بناتا تو ایسے مذہب کا کیا فائدہ۔ جتنے زیادہ بندھن ہوں اتنا ہی وہ مذہب مصیبت بن جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ بندھن خدا کی محبت کے بندھن ہوں تو پھر وہ مصیبت نہیں وہ رحمت ہی رحمت ہے وہ عشق کے بندھن ہونے چاہئیں۔ پس ہر وہ شریعت جس پر عمل ظاہری ہو وہ ایسی غلامی کے بندھن ہیں جن کے ساتھ اللہ کی محبت کا تعلق نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ...18...پر

رمضان عبادتوں کے گُر سکھانے والا مہینہ

نمازوں کے بغیر انسان میں کوئی جان نہیں

فرماتا ہے -" اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں "وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ" اور راتوں کے اور دن کے آپس میں ادلنے بدلنے میں "لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ" - جو اہل عقل ہیں خدا کے نزدیک ان کے لئے ان میں بہت سے نشانات ہیں اور وہ نشانات کیا ہیں - "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا" وہ کچھ دیکھتے ہیں دنیا میں جس کے نتیجے میں راتوں کو اٹھ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور "قُعُوْدًا" کبھی وہ بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں، کبھی کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں - یہ مضمون دیکھیں کیسا واضح طور پر اس مضمون سے خدا تعالیٰ نے ملایا ہوا ہے -

فرمایا امن ھو قانت اناء الیل ساجدا وقائما کیا وہ شخص جو راتوں کو اٹھتا ہے کبھی کھڑے ہو کے خدا کو پکارتا ہے، کبھی سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتا ہے اور خدا کا خوف اس کے دل پر غالب رہتا ہے اور اپنی ہر آرزو کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے کیونکہ اس کے سوا وہ کسی اور چوکھٹ کی طرف نہیں جاتا، اسی سے امید رکھتا ہے اسی سے دنیا کے شر سے بچنے کی خاطر توقع رکھتا ہے - پس ہر خوف خدا کے تعلق میں ہے - ہر خواہش، ہر تمنا اللہ کے تعلق میں ہے - فرمایا یہ لوگ ہیں جو یعلمون جاننے والے ہیں - "انما یتذکر اولوا الالباب" وہی بات جو دوسری آیت میں تھی اس آیت میں بھی بیان فرمائی کہ نصیحت تو صرف اولی الالباب پکڑا کرتے ہیں ورنہ کوئی نصیحت نہیں پکڑتا -

تو آپ سے میں پھر ان آیات کے حوالے سے اب گذارش کرتا ہوں کہ یہاں جو مرکزی نکتہ ہے وہ عبادت کا ہے اور عبادت میں رات کا حوالہ دیا ہے دن کا حوالہ نہیں ہے کیونکہ رات کی عبادت خدا کے حضور خالص ہونے کی ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے - دن کی عبادتوں سے انکار نہیں مگر رات کا حوالہ اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اگر واقعۃً اللہ سے پیار کرتے ہو، حقیقت میں اس سے تعلق ہے تو ایسے وقت میں بھی اس کے حضور اٹھو گے جب دنیا کی آنکھ تمہیں دیکھ ہی نہیں رہی - بسا اوقات گھر میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہیں ان کو بھی پتہ نہیں کہ کون اٹھا ہے، کیوں اٹھا ہے اور وہ اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے اور اس کے خوف سے ڈرتے ہوئے، اس سے ہر خیر کی امید لگائے بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے بھی اس کی عبادت کرتا ہے سجدے میں بھی اس کی عبادت کرتا ہے تو یہ عبادت کے خلوص کی طرف اشارہ ہے -

پس رمضان مبارک نے آپ کو عبادت کے گُر سکھا دیئے ہیں - اگر آپ نے خود نہیں سیکھے تو سیکھنے والوں کو دیکھا ضرور ہے - کوئی مسلمان گھر شاذ ہی ایسا ہو جہاں کوئی بھی عبادت نہ کی جا رہی ہو رمضان میں، جہاں کوئی بھی روزہ رکھنے والا نہ ہو - اگر ایسا ہے تو وہ بعید نہیں کہ آج اس جمعۃ الوداع میں بھی حاضر نہ ہوئے ہوں اس لئے اُن تک نہ تو میری آواز پہنچے گی نہ وہ میرے مخاطب ہیں - میں اُن سے بات کر رہا ہوں جن کے سینے میں کچھ ایمان کی رَمق ضرور ہے اور خدا تعالیٰ نے ایمان کی اس رمق کو ہمیشہ پیار کی نظر سے دیکھا ہے ایک چنگاری تو روشن ہے، ایک امید تو ہے - پس میں ان سے مخاطب ہوں

جن کے سینہ میں یہ امید کی چنگاری روشن ہے۔ابھی تک اگر راکھ تلے دب بھی گئی ہے تو اندر یہ کوئلہ ابھی جل رہا ہے اور زندہ ہے۔

پس اس پہلو سے آپ کو میں متوجہ کرتا ہوں کہ رمضان کی یہ برکتیں جو لوگوں نے جو دن کو عبادت کرتے تھے راتوں کو نہیں اٹھا کرتے تھے ان برکتوں نے انہیں راتوں کو اٹھنا بھی سکھا دیا۔ انہیں خدا کے حضور وہ اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق بخشی جو عام دنوں میں نصیب نہیں تھی۔رمضان نے گناہوں سے بچنے کی ایک بہت بڑی توفیق عطاء فرمائی جو وقت کے لحاظ سے مشروط ہی سہی مگر توفیق ضرور ملی وہ لوگ جو اپنی بدعادتوں کو چھوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے یا چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ایک محدود وقت کے لئے جو سحری سے لے کر افطار تک چلتا ہے مجبور ہوتے ہیں ان باتوں سے رکے رہتے ہیں تو رمضان نے سہارا دیا ہے' رمضان نے آپ کو نیکی کے کاموں پہ چلنے کے لئے وہ سوٹا مہیا کر دیا جس کی ٹیک لگا کر آپ رفتہ رفتہ آگے بڑھ سکتے ہیں' اسے چھوڑ نہ دیں بالکل۔لُولوں لنگڑوں کی طرح پھر وہیں نہ بیٹھ رہیں جہاں بیٹھے ہوئے اپنی عمر ضائع کی۔
اس لئے آج پروگرام بنائیں اور فیصلہ کریں۔اس پانی کو اکٹھا کرنا ہے اس سے فیض حاصل کرنا ہے اس لئے میں معین طور پر آج نئے آنے والوں سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ وہ نماز کے متعلق ایک فیصلہ کریں۔ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ بغیر نماز کے انسان مردہ ہے اس میں کوئی بھی جان نہیں۔یہ وہم ہے کہ ایک نماز یا ایک جمعہ کی نماز یا ایک رات کا قیام ان کی تمام عمر کے خلاء کو پُر کر سکتا ہے۔آئندہ آنے والے خلاء پر کیا کرنا ہے پچھلے نہیں کیا کرتا' پچھلوں سے بخشش ہوتی ہے لیکن جو زندگی کی روح اترتی ہے وہ آئندہ آنے والے دنوں پہ اترا کرتی ہے۔پس اگر آئندہ نہیں اتری تو پچھلی بخشش بھی نہیں ہوگی۔یہ وہم ہے صرف اگر بخشش ہے تو لازماً رمضان کے بعد زندگی میں ایک نمایاں پاک تبدیلی ہونا ضروری ہے۔اس کے بغیر بخشش کا تصور ہی محض ایک بچگانہ تصور یا ایک احمق کی خواب ہے۔

پس اپنے لئے ایک لائحہ عمل بنائیں نمازیں پڑھنے کی طرف متوجہ ہوں۔اگر آپ کو نماز آتی نہیں تو اپنے کسی بھائی' ساتھی سے پتہ کریں۔انصار اللہ' خدام الاحمدیہ' لجنات اس طرف توجہ کریں ان سب لوگوں تک جہاں تک ممکن ہے پہنچنے کی کوشش کریں اور ان سے کہیں کہ اگر تم نے کچھ سبق سیکھنے ہیں' طریقے معلوم کرنے ہیں ہم حاضر ہیں مگر کچھ نہ کچھ نماز ضرور شروع کرو۔ اگرچہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے مجھے کوئی حق نہیں کہ میں کہوں کچھ نہ کچھ مگر میں جانتا ہوں کہ انسان کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ انسان کمزور ہے اسی لئے اس نے کچھ اس قسم کی رعایتیں دے رکھی ہیں کہ حسب توفیق آگے بڑھو تھوڑا تھوڑا نیکی کی طرف آگے بڑھنا شروع کرو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف زیادہ تیزی سے آگے بڑھے گا۔تو یہ مراد نہیں کہ نعوذباللہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ پانچ نمازیں فرض ہیں ایک ہی پڑھا کریں۔میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پانچ کسی صورت نہیں پڑھ سکتے تو خدا کے لئے ایک تو پڑھیں۔یہ ویسی ہی بات ہے جیسے پانچ وقت کا کھانا میسر نہیں تو چوبیس گھنٹے میں ایک وقت کی روٹی تو مل جائے' یہ مراد نہیں کہ پانچ وقت کی ضرورت نہیں ہے۔پس آپ اور کچھ نہیں اول تو پانچ کے لئے کوشش کریں یہ عہد کر لیں کہ ہم نے نماز ضرور پڑھنی ہے۔نمازیں شروع میں خالی رہیں گی' رفتہ رفتہ بھریں گی۔یہ خیال غلط ہے کہ نماز پڑھتے ہی آپ عرش معلیٰ کی سیریں کرنے لگ جائیں گے۔

(خطبہ جمعہ 7 فرمودہ فروری 97ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

روزہ۔ صحت و تندرستی کا ضامن

ارشاد نبویؐ اور جدید تحقیق

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے ابن ماجہ سے لی گئی ہے۔ فرمایا ہر چیز کو پاک کرنے کیلئے ایک زکوۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوۃ اور پاکیزگی کا ذریعہ روزہ ہے۔

• زکوۃ اموال کو پاک کرنے کے لئے بھی دی جاتی ہے اور اعمال کی نشوونما کے لئے بھی دی جاتی ہے دونوں معنی بیک وقت اس میں موجود ہیں اور تزکیہ نفس کے لئے بھی دی جاتی ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ جسم کو اگر پورے طور پر اس کے ہر پہلو سے دیکھا جائے روزہ ایسی چیز ہے جو سارے جسم کی زکوۃ بن جاتا ہے اور اس کے متعلق تشریح ایک اور حدیث میں یوں بھی آئی ہے کہ صوموا تصحو اگر تم روزے رکھو گے تو صحت مند رہو گے۔ پس صرف روحانی زکوۃ ہی نہیں بدنی زکوۃ بھی ہے اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ روزے کے نتیجہ میں صحت بہتر ہوتی ہے خراب نہیں ہوا کرتی بشرطیکہ بیماری کی شرط کو پیش نظر رکھے۔ جب اللہ فرماتا ہے کہ بیمار ہو تو روزے نہیں رکھنے۔ اگر اس شرط کو نظر انداز کریں گے تو پھر صحت بگڑے گی تو آپ کی اپنی غلطی سے بگڑے گی۔ رمضان کے نتیجے میں صحت نہیں بگڑا کرتی بلکہ صحت عطا ہوتی ہے۔

وہ لوگ جو ڈائٹنگ Dieting کرتے ہیں مثلاً بڑی مصیبت پڑی ہوتی ہے سارا سال کوشش کرتے ہیں لیکن پھر بھی وزن کم نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ضروری نہیں کہ وہ کھانا زیادہ کھاتے ہوں۔ کئی ایسے موٹے میں نے دیکھے ہیں میرے پاس مریض آتے رہتے ہیں جن کی مشکل یہ ہے کہ اگر وہ کھانا کم کر دیں تو خون کم ہو جاتا ہے مگر جسم کم نہیں ہوتا اور کئی ایسی مریضائیں ہیں جن بیچاروں کو انیمیا (Anaemia) ہو گیا اس کوشش میں کہ کس طرح وزن کم ہو یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے مجبور کیا کہ اپنی غذا نارمل کرو خواہ وزن کم ہو یا نہ ہو تو یہ Metabolism کی خرابی کی وجہ سے بعض دفعہ موٹاپا ہوتا ہے۔ لازم نہیں کہ کوئی انسان زیادہ کھائے تو موٹا ہو۔ Metabolism اس کو کہتے ہیں کہ ایک انسان جب خوراک لے رہا ہے تو وہ خوراک جسم میں ہضم ہو رہی ہے اور دوسری طرف جسم کے اندر ایسا نظام ہے کہ اس خوراک کو دوبارہ Energy میں یعنی توانائی میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور وہ توانائی اس کے مختلف کاموں میں استعمال ہوتی ہے۔ دماغ کے لئے بھی، سانس لینے میں، دل کے دھڑکنے میں خواہ انسان کوئی حرکت کرے یا نہ کرے ہر وقت استعمال ہو رہی ہے اور گرمی بھی بناتی ہے حرارت غریزی بھی اسی سے ملتی ہے۔ اگر یہ توازن بگڑ جائے اور ایک انسان جتنا کھاتا ہے اتنا وہ گرمی میں تبدیل نہ کر سکے تو لازماً جو بقیہ بچی ہوئی Energy ہے وہ Fats میں یا گوشت میں تبدیل ہو گی۔ صحت اچھی ہو گی ورزش کی عادت ہو گی تو وہ Muscles میں تبدیل ہوتی ہے پھر اور پروٹینز بنتی ہیں اس سے۔ اور اگر صحت خراب ہو اور جگر کی خرابی سے عموماً ایسا ہوتا ہے تو پھر صرف چربی بنتی ہے مسلز نہیں بنتے اور ایکسرسائز اس کا علاج ہے۔ عضوں کو اتنی توفیق نہیں ہوتی بعض بے چارے اتنے بیمار ہوتے ہیں کہ Exercise یعنی ورزش

کے باوجود وہ یہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہے وہ صورت حال جس کا علاج روزہ ہے۔ اور روزے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو دو کھانوں کے درمیان فاصلہ ڈالا جاتا ہے وہ بعض دفعہ خوابیدہ ایسی طاقتوں کو بیدار کر دیتا ہے جو انرجی بنانے کی کارروائی کو تیز کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو عام طور پر بھوک نہیں لگتی روزے میں سے گزریں تو بھوک ان کی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ ڈائٹنگ کرتے ہیں لیکن روزے کے بعد ان سے ڈائٹنگ نہیں ہو سکتی کیونکہ جسم کی طرف سے ایسی بھڑکی لگتی ہے کہ مجبور کرتی ہے کہ ضرور انسان کچھ نہ کچھ کھائے ورنہ بے چینی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو صحت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی اور بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ تمام تفصیل شاخوں کی بحث میں اس خطبے میں نہیں اٹھانا چاہتا مگر یہ یقین کریں کہ جنہوں نے غور کیا جنہوں نے تحقیق کی وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ روزہ صحت کا ضامن ہے' روزہ صحت کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ چنانچہ ایک تحقیق کا شاید میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا۔ اسرائیل میں اس مضمون پر ریسرچ ہوئی اور ان کی نیت بظاہر یہی معلوم ہوتی تھی کہ وہ ثابت کریں کہ مسلمانوں کا جو یہ طریق ہے روزے رکھنے کا یہ ان کے لئے نقصان دہ ہے اور بچوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے بڑوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ پوری گہری ریسرچ کی گئی ایک بڑی ٹیم نے اس پہ کام کیا اور یہ بھی پیش نظر تھا کہ روزے کے دنوں میں تو بعض لوگ پہلے سے بھی بڑھ کر کھاتے ہیں اور زیادہ کھانے کے نتیجے میں اور بیچ میں فاقے رہنے کے نتیجے میں ایسا نقصان ان کو پہنچ سکتا ہے کہ پھر وہ بعد میں سنبھل نہ سکیں۔ جو ریسرچ کا ماحصل تھا اس نے ان کو حیران کر دیا۔ بالکل برعکس نتیجہ نکلا۔ جس چیز کی تلاش میں تھے اس کی بجائے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ جتنی تحقیق کی گئی ہے اس کے نتیجے میں رمضان کے مہینے کے بعد انسان بہتر صحت کے ساتھ باہر نکلتا ہے' کمزور ہو کے نہیں نکلتا۔ ہر پہلو سے اس کے جائزے لئے گئے۔ کولیسٹرول لیول کے لحاظ سے جائزے لئے گئے۔ Metabolism کی Ratios کے آپس میں توازن کے لحاظ سے لئے گئے غرضیکہ باقاعدہ ریسرچ کا جو حق ہے وہ ادا کیا گیا اور نتیجہ یہ نکلا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے چودہ سو سال پہلے جو بات فرمائی' دیکھیں! وہ کیسی صحت کے ساتھ وہ بات فرمائی' کتنی سچی بات فرمائی' **صوموا تصحوا** روزے رکھا کرو صحت اچھی ہو جائے گی۔ یہ خیال نہ کرنا کہ تمہاری صحت بگڑے گی۔

پھر ایک موقع پر فرمایا صبر کے مہینے کے روزے سینے کی گرمی اور کدورت دور کرتے ہیں اور رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اپنی خواہشات پر صبر کرنا ہے' اپنے غصوں پر صبر کرنا ہے' نیکیوں پر جم کے بیٹھنا ہے۔ بدیوں کی طرف جو تحریک ہے اس کا مقابلہ کر کے رک جانا ہے۔ ان سب چیزوں کو صبر کہا جاتا ہے۔ تو فرمایا صبر کے مہینے یعنی رمضان کے روزے سینے کی گرمی اور کدورت کو دور کرتے ہیں۔ سینے کی گرمی میں ایک وہ گرمی بھی ہے جو میں نے بتایا ہے Heart Burn اور اس قسم کی چیزوں لیکن اصل سینے کی گرمی میں روحانی طور پر نقصان دہ جذبات اور اشتعال انگیز باتیں ہیں۔ بعض لوگوں کے سینے کھولتے رہتے ہیں بعض بری نیتوں کے ساتھ بعض' بدیوں کے ساتھ' کچھ غصوں کے ساتھ' تو اول معنی وہ ہے جو سینے کی گرمی کو دور کرنے کا ہے ورنہ جہاں تک Heart Burn کا تعلق ہے وہ بسا اوقات بعض لوگوں کو رمضان کے مہینے میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو ظاہری معنوں میں اس طرح محمول نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ درست ہے کہ کولیسٹرول لیول گرنے کے نتیجے میں رمضان کے بعد اس کا رجحان کم ہو جائے گا لیکن بعض لوگ ہیں جو فوری طور پر اگر کوئی دوا وغیرہ استعمال نہ کریں تو ان کے روزوں کی وجہ سے ان کے معدے میں ایک قسم کا تیزاب کھولنے لگتا ہے۔ اس کا علاج بھی میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ عام طور پر میرے تجربے میں ہے کہ Bryonia 200 کی اگر ایک خوراک رات کو روزہ کھولنے کے دو تین گھنٹے کے

بعد یا صبح تہجد کے وقت کھالی جائے تو ایسے مریضوں کو عموماً اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور رمضان کے نتیجے میں جو تیزابی تلخی ہے اس سے بچت ہو جاتی ہے۔ جن کو اس سے فائدہ نہ ہو' ان کو NuxVomica 30 کی ایک خوراک بہت فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح ACID معدے کا تیزاب مارنے کے لئے بعض دوسری ہومیو پیتھک دوائیں ہیں وہ استعمال کی جا سکتی ہیں ان میں Iris Versicolor 200 اگر کبھی کبھی کھائی جائے تو یہ بھی مفید ہے۔ Robinia بھی ایک دوا ہے جو 30 یا 200 طاقت میں کھائی جا سکتی ہے۔ تو جو جسم کی اندرونی تیزابی گرمی ہے اس کے لئے یہ علاج موجود ہے لیکن یہاں ظاہر ہے کہ مراد وہ سینے کے طیش' سینے کے کھول' غصے کی حالت میں سینے میں جو باتیں ابلتی رہتی ہیں یا نفسانیت کے جوش سے سینے میں جذبات کھولتے رہتے ہیں' رمضان ان کا بہترین علاج ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جنوری ۹۶ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۵ مارچ ۹۶ء)

بلکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں صوموا تصحوا روزے رکھو تاکہ تمہاری صحت اچھی ہو اور صحت اچھی تبھی ہو سکتی ہے کہ اگر آپ روزوں سے یہ سبق سیکھیں کہ ہم جو بہت زیادہ کھایا کرتے تھے بڑی سخت بے وقوفی تھی رمضان نے ہمیں یہ کھانے کا سلیقہ سمجھا دیا ہے۔ درحقیقت اس سے بہت کم پر ہمارا گزارہ ہو سکتا ہے جو ہم پہلے کھایا کرتے تھے۔ تو اپنی خوراک بچاؤ اور اس کے ساتھ اپنی صحت کی حفاظت کرو۔ اب امر واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہتر ڈائٹنگ کا اور کوئی طریق نہیں ہے جو روزوں نے ہمیں سکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"روزے میں کھانا کم کرنا لازم ہے کیونکہ کھانا کم کئے بغیر جو اعلیٰ مقصد ہے روزے کا وہ پورا نہیں ہو سکتا۔"

یعنی صرف یہ نہیں کہ کچھ وقت بھوکے رہنا ہے بلکہ دونوں کناروں پر بھی صبر سے کام لو اور نسبتاً اپنی غذا تھوڑی کرتے چلے جاؤ۔ فرماتے ہیں اس کے بغیر انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہو سکتی۔ ذکر الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی ایک روحانی غذا ہے اور روزمرہ کا کھانا ایک جسمانی غذا ہے۔ تو رمضان کی برکت ہے یا روزوں کی برکت یہ ہے کہ وہ جسمانی غذا سے ہماری توجہ روحانی غذا کی طرف پھیر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی میں ایک لطف آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ روحانی لطف ہے جو آپ کی روح کو تروتازہ کرتا ہے۔ اس کی مضبوطی کا انتظام کرتا ہے اور جسم پہ جو زائد چربیاں چڑھی تھیں ان کو پگھلاتا ہے۔

پس روزے کا امیروں کی صحت کے ساتھ بڑا بھاری تعلق ہے۔ لیکن اگر امیر روزے کا انتقام دونوں کناروں پر لیں یعنی جب افطاری کریں تو اتنا کھائیں اور ایسی ایسی عجیب نعمتیں کھائیں کہ عام روزمرہ دنوں میں بھی وہ نہیں کھاتے تھے تاکہ روزے کا بدلہ اتارا جائے۔ اور رات جو بیچ میں پڑے پھر دوسرے دن سحری کے وقت اس عزم کے ساتھ بیٹھیں کہ اب ہم نے بھوک کو قریب نہیں پھٹکنے دینا۔ اتنا کھائیں گے کہ صبح آنکھ کھلے تو عذاب بن جائے۔ معدے میں تیزاب ابل رہے ہوں۔ مصیبت پڑی ہوئی ہو اور پھر علاج سو کر کیا جائے تاکہ اور سوئیں اور اس مصیبت سے نجات ملے اور سو سو کر جس طرح بھی بن پڑے افطاری کا انتظار ہو۔ اگر یہ مقصد ہے رمضان اور روزوں کا تو یہ تو تمہیں پہلے حال سے بدتر کر کے چھوڑ جائے گا۔ اس لئے مقصد کو سمجھیں اور اس مقصد کو پیش نظر بھی رکھیں۔ بچوں کو بھی سمجھائیں کہ اگر تم نے بھوک کا مزہ دیکھا ہی نہیں اور تمہیں یہ نہیں پتہ کہ بھوک کی وقت تمہیں ذکر الٰہی کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت صرف کر کے جو بھوک کے بے چینی ہے اسے کم کرنا ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جنوری ۹۷ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۷ مارچ ۹۷ء)

لقاء الٰہی

رمضان کا سب سے اعلیٰ پھل

حضرت اقدس فرماتے ہیں :-

"اس کا سب سے بڑا پھل' جو رمضان کا سب سے بلند مقصد اور سب سے اعلیٰ پھل ہے وہ یہ ہے کہ اللہ مل جاتا ہے- چنانچہ اس کے معاً بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فانی قریب- آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اے رسول! یعنی رسول کا نام تو نہیں مگر مخاطب آنحضورؐ ہی ہیں- واذسالک عِبَادِیْ عَنِی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں' عنی میرے بارے میں' فانی قریب تو میں قریب ہوں- اس دعا میں جس کی طرف اشارہ ہے ہاں دنیا کی ضرورتیں پوری کرنے کا کوئی حوالہ نہیں- واذسالک عبادی عنی یعنی جب میرے بندے مجھے ڈھونڈتے پھریں' مجھے چاہتے ہوں اور تجھ سے پوچھیں کیسے ہم اپنے رب کو پالیں تو اس وقت یہ نہیں فرمایا فَقُل انی قریب تو ان سے کہہ ان اللہ قریب- کہ اللہ قریب ہے یا میں قریب ہوں- فوری جواب ہے فانی قریب قریب والا بعض دفعہ دوسرے کا حوالہ بھی نہیں دیتا' کسی دوسرے کو یہ نہیں بتائے گا کہ اس کو بتادو کہ میں قریب ہوں- تو اس میں سوال کرنے والے کی نیت کے خلوص کا ذکر ہے- اگر واقعۃً کوئی اللہ کو چاہتا ہے تو اے رسولؐ جب بھی وہ تجھ سے پوچھے گا میں اس کو سن رہا ہونگا- مجھے بتانے کے لئے اس وقت تیرے حوالے کی ضرورت نہیں انی قریب میں تو ساتھ کھڑا ہوں' رگ و جاں سے بھی زیادہ قریب ہوں لیکن اجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں پکارنے والے کی دعوت کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے- یعنی میرا شوق رکھتا ہو- دنیا طلبی کی خاطر نہ میں یاد آؤں- یہ عجیب منظر ایک کھینچا گیا ہے اذا دعان جس کا رمضان میں آپ کو زیادہ دیکھنے کا موقع ملے گا' بہت ہی دل کش منظر ہے- کئی لوگ ہیں جنہوں نے زندگیاں وقف کر دیں' جنگلوں میں ڈھونڈتے پھرے' اللہ اللہ پکارتے پھرے اور پھر بھی ان کو اللہ نہیں ملا- کئی لوگ ہیں جو بعض دفعہ بے اختیار ہو کر اللہ کہتے ہیں تو اللہ ان کو مل جاتا ہے- اس مضمون کا فرق کیا ہے- یہ فرق اب یہاں بیان کیا جائے گا- فلیستجیبوالی ان پکارنے والوں کا فرض ہے کہ میری بات بھی تو مانا کریں- مجھے اس طرح نہ پکاریں جیسے نوکروں کو پکارا جاتا ہے- جب ضرورت پیش آئے آواز دو وہ کہے گا حاضر سائیں! ایسے بندے جو میری باتوں کی طرف دھیان دیتے ہیں جو میری باتوں کے اوپر عمل کرتے ہیں اور پہلے میرے بندے بنتے ہیں پھر جب وہ پکاریں گے تو ان کو جنگلوں میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی جہاں بھی پکاریں گے انی قریب میں ان کے پاس ہونگا-"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۹۷ء)

رمضان میں بیوت الذکر میں آنے والوں کو سینے سے لگائیں

عبادت کے بغیر زندگی بے حقیقت ہے

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کی کوشش کریں انکو بار بار یہ بتائیں کہ عبادت کے بغیر تمہاری زندگی بالکل بے معنی اور بے حقیقت بلکہ باطل ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں کسی شمار میں نہیں آئے گی اس لئے جانوروں کی طرح ہمیں مر کر مٹی ہو جاؤ گے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ جانور تو مر کر نجات پا جاتے ہیں، تم مرنے کے بعد جزا سزا کے میدان میں حاضر کئے جاؤ گے۔ پس یہ شعور ہے جسے ہمیں اگلی نسلوں میں پیدا کرنا ہے اور رمضان المبارک میں ایک بہت اچھا موقع ہے کیونکہ فضا سازگار ہو جاتی ہے۔

بیوت الذکر میں آنے والوں کو سینے سے لگائیں

رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ایسے چہرے بھی دکھائی دیتے ہیں (بیوت الذکر) میں جو پہلے کبھی دکھائی نہیں دیئے اور ان کو دیکھ کر دل میں کسی قسم کی تحقیر کے جذبے نہیں پیدا ہوتے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان ان چہروں کو دیکھے اور تحقیر کی نظر سے کہ اب آگیا ہے رمضان میں، پہلے کہاں تھا تو میرا یہ ایمان ہے کہ ایسی نظر سے دیکھنے والے کی اپنی عبادتیں بھی سب باطل ہو جائیں گی اور ضائع ہو جائیں گی۔ کیونکہ اللہ کے دربار میں اگر کوئی حاضر ہوتا ہے، ایک دفعہ بھی حاضر ہوتا ہے اگر آپ کو اللہ سے محبت ہے تو پیار کی نظر ڈالنی چاہئے اس پر اور کوشش کرنی چاہئے کہ اس کو اور قریب کریں اور اس کو بتائیں کہ الحمدللہ تمہیں دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ تم اٹھے، تکلیف کی ہے، پہلے عادت نہیں تھی اب آ گئے ہو۔ بسم اللہ جی آیاں نوں کہو اس کو اور اس کو پیار کے ساتھ سینے سے لگائیں تاکہ آپ کے ذریعے سے اور آپ کے اخلاص کے اظہار کے ذریعے سے وہ ہمیشہ کے لئے خدا کا ہو جائے۔

یہ وہ طریق ہے جس سے آپ اپنے گھر میں اپنے بچوں کی بہت عمدہ تربیت کر سکتے ہیں۔ جب وہ صبح اٹھتے ہیں تو ان کو پیار اور محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کو بتائیں کہ تم جو اٹھے ہو تو خدا کی خاطر اٹھے ہو اور ان سے یہ گفتگو کیا کریں کہ بتاؤ آج نماز میں تم نے کیا کیا۔ کیا اللہ سے باتیں کیں۔ کیا دعائیں کیں اور اس طریق پر ان کے دل میں بچپن ہی سے خدا تعالیٰ کی محبت کے بیج مضبوطی سے گاڑے جائیں گے یعنی جڑیں ان کی مضبوط ہوں گی۔ ان میں وہ تمام صلاحیتیں جو خدا کی محبت کے بیج میں ہوا کرتی ہیں وہ نشوونما پا کر کونپلیں نکالیں گی۔ پس رمضان اس پہلو سے کاشتکاری کا مہینہ ہے۔ آپ نے بچوں کے دلوں میں خدا کی محبت کے بیج بونے ہیں۔ اس طریق پر ان کی آبیاری کرنی ہے یعنی روزمرہ ان کو نیک باتیں بتا بتا کر کہ ان بیجوں سے بڑی سرسبز خوشنما کونپلیں پھوٹیں اور رفتہ رفتہ وہ بیج ایک شجرہ طیبہ کی صورت اختیار کر جائیں جس کی جڑیں تو زمین میں پیوستہ ہوتی ہیں مگر شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔

تو رمضان المبارک کو روزوں کے لحاظ سے جیسے گزارنا ہے وہ تو عام طور پر سب جانتے ہی ہیں مگر میں ان فائدوں پر نگاہ رکھ رہا ہوں جو رمضان میں خاص طور پر ہجوم کر کے آجاتے ہیں اور اس وقت آپ اس ہجوم سے استفادہ کریں اور زیادہ سے زیادہ برکتیں لوٹ لیں۔ یہ مقصد ہے اس نصیحت کا جس کے لئے

بقیہ صفحہ ...16... پر

بیماری یا سفر میں روزہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء میں فرماتے ہیں:۔

"رمضان کے مہینے میں بعض اوقات بیمار اور مسافر بھی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ آیئے اپنے نفس کا حقیقی محاسبہ کرتے ہوئے دیکھیں کہ ایسا کرنا واقعتہً خدا کے حکموں سے محبت کا نتیجہ ہے یا کہ پھر نفس کا ایک باریک دھوکہ....

حضرت اقدس اسی حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر پس جو بھی مریض ہو یا سفر پر ہو "فعدۃ من ایام اخر" تو اسے دوسرے ایام میں اسی عدت کو پورا کرنا ہوگا یعنی مریض ہو تو روزہ نہ رکھے۔ سفر کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی کہ اگر سفر مشکل ہو تو روزہ نہ رکھے، سفر آسان ہو تو رکھ لے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس آیت کی رو سے یہ واضح فتویٰ تھا کہ روزے کی آسانی یا مشکل زیر بحث نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت ہی میں آسانی ہے اور اسی میں نیکی ہے، اسی میں تقویٰ ہے۔ پس جب رمضان میں سفر آئے تو روزہ نہ رکھو اور جب رمضان گزر جائے تو جتنے روزے چھٹ گئے ہیں "فعدۃ من ایام اخر" پھر دوسرے دنوں میں اس مدت کو پورا کر لیا کرو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں یہ نیکی ہے کہ سفر میں بھی روزہ رکھ لیا جائے اور یہ زیادہ بہتر ہے حالانکہ بالکل غلط بات ہے۔ تمام روزہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں روزے آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ سارے ہی رکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے نفس کا بہانہ ہوتا ہے کہ میں نیکی کرکے سفر میں روزے رکھ رہا ہوں نفس بعض دفعہ دھوکہ دیتا ہے امر واقعہ یہ ہے کہ سفر کے دوران رمضان میں روزے رکھ لئے جائیں تو وہ آسان ہیں۔

رمضان گزرنے کے بعد پھر وہ روزے پورے کئے جائیں تو یہ مشکل ہے تو وہ اپنی طرف سے نیکی کر رہا ہوتا ہے حالانکہ نفس کے بہانے کے تابع وہ خود دھوکہ کھا رہا ہوتا ہے۔ نیکی تنگی یا مشکل میں نہیں ہے۔ نیکی اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے۔ جس بات کا اللہ حکم دے اسے قبول کرو جس کی وہ اجازت دے شوق سے اس اجازت کو استعمال کرو اور یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ بعض دفعہ کسی کو آپ کوئی چیز دیتے ہیں بعض بچے آتے ہیں کہ نہیں نہیں رہنے دیں کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے دیکھا ہے ماں باپ کی لگتا ہے جان نکل گئی ہے فکر سے۔ وہ ڈانٹتے ہیں۔ ضرورت نہیں کیا مطلب؟ لے لو تمہیں خدا نے توفیق دی ہے تمہیں کچھ انعام دیا جا رہا ہے اسے ضائع مت کرو۔ اور یہ انسانی فطرت کی آواز ہے کیونکہ وہ جو تکلف ہے جب کوئی دینے والا ایسا ہو جس سے تمہیں پیار ہو یا جس کے لئے تمہارے دل میں عزت ہو اس کا کچھ عطا کرنا اگر تم قبول کرو تو اس کے لئے خوشی کا موجب ہوتا ہے اگر نہ قبول کرو تو اس کے چہرے پر ملال کے آثار آ جاتے ہیں اس کا دل چاہتا ہے میں دے رہا ہوں لے لے اس کو بھی مزہ آئے مجھے بھی مزہ آئے۔

وحدت توحید کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ انسانی گھڑیوں کے حساب سے وحدت نہیں بنائی جا سکتی۔ تو انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی فطرت کے مطابق پیدا فرمایا ہے اس کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ اگر فطرت سچی اور پاک ہو تو اس کو دیکھ کر خدا کے منشاء کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ رعایت دے رہا ہے وہاں نہیں۔ نہیں جی ہم تو سختی کر سکتے ہیں کوئی بات نہیں یہ

بہت بے وقوفی کی بات ہے اس رعایت کو پیار اور محبت سے سر جھکا کر عشق کے جذبے سے قبول کرو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو چھ چھ مہینے کے مسلسل روزے رکھے ہیں اور ایسے روزے رکھے ہیں جن میں صبح اور شام کی خوراک اتنی کم ہو چکی تھی کہ ایک عام انسان اس پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کے باوجود عبادت کی سختیاں' تو اس کا فتویٰ ہے یہ' جس کی اپنی عبادتوں کا یہ حال تھا جس کا مطلب ہے کہ لازماً سراسر ایک عشق کے اعلیٰ مقام کا فتویٰ ہے۔ ایسے ایک عارفانہ مقام کا فتویٰ ہے جو جانتا ہے کہ نیکی صرف رضا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ہے جسم کی سختی کے ساتھ نہیں۔ اور روزوں میں بھی جسمانی سختی خدا تعالیٰ کے پیش نظر ہے ہی نہیں اور بہت سی باتیں ہیں جو پیش نظر ہیں مگر تکلیف دینا خدا کے پیش نظر نہیں ہے۔ پس جب خدا فرماتا ہے کہ چھوڑ دو تو چھوڑ دو۔ جب خدا کہتا ہے رکھو تو رکھو۔ پس فرمایا من کان مریضا جو بیمار او علی سفر یا سفر پر ہو فعدہ من ایام اخر تو پھر رمضان میں روزے نہ رکھنا' بعد میں رکھ لینا۔

یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ سختی کرو گے تو خدا بہت خوش ہو گا۔ اپنی جان کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے تو اللہ بڑا راضی ہو گیا تم مصیبت میں پڑ گئے۔ اللہ تو تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور کوئی دوست کسی دوست کے لئے سختی نہیں چاہتا۔ کوئی ماں کسی بچے کے لئے سختی نہیں چاہتی۔ پس یہ مفہوم بھی ہے جو سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کے باوجود ماں صبح جلدی بچے کو اٹھا کر تیاری کرواتی ہے سکول بھجوانے کے لئے۔ روتا پیٹتا بھی رہے تب بھی اس کو زبردستی ٹھیک ٹھاک کر کے سکول بھیج دیتی ہے۔ تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ماں سختی چاہتی ہے۔ اس حد تک سختی لازم ہے جس حد تک جس پر سختی کی جائے یعنی اپنا پیارا وہ اس سختی کا محتاج ہے اور اس کے بغیر وہ فوائد سے محروم رہ جائے۔ پس محبت میں جہاں سختی ہٹائی جا سکتی ہو ترک کی جا سکتی ہو محبت کرنے والا کبھی سختی میں نہیں ڈالے گا۔ جہاں سختی لازمہ ہے اس سے گزرے بغیر اپنے محبوب کی بھلائی ممکن نہیں ہے اس حد تک اور صرف اس حد تک سختی ایک پیار کرنے والے سے اپنے پیارے کے اوپر ڈالی جاتی ہے اور یہی عبادتوں کا سارا مفہوم ہے۔ جہاں سختیاں ہیں وہاں اس کے بدلے ضرور آسانیاں مقدر ہیں۔ ورنہ کبھی بھی خدا تعالیٰ انسان پر سختی نہ ڈالتا۔ چنانچہ فرمایا فان مع العسر یسرا۔ ان مع العسر یسرا دیکھو عبادت کے مضمون میں یہ بات ہو رہی ہے فاذا فرغت فانصب۔ والی ربک فارغب تو عبادت کے تعلق ہی میں یہ بات ہو رہی ہے رمضان کی۔ فرمایا دیکھو جو سختی بھی ہم ڈالتے ہیں ایک یہ معنی بھی ہے اس آیت کا' لازماً اس کے بعد آسانی آتی ہے اور آسانی کی خاطر سختی ڈالی جا رہی ہے سختی کی خاطر سختی نہیں ڈالی جا رہی۔ پس قرآن کریم کی تمام آیات مسلسل اسی مضمون پر روشنی ڈالتی چلی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سختی کو پسند نہیں کرتا نہ سختی کی خاطر کسی کو سختی میں مبتلا فرماتا ہے ہاں بعض فوائد ایسے ہیں جو سختی میں سے گزرنے کے بعد آخر پر رکھے گئے ہیں۔ اب زمیندار ہے جو محنت کرتا ہے تو اس کو چھ مہینے یا سال کے بعد آنے والی فصل دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ اس کی خاطر وہ خود اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے اپنا دشمن تو نہیں ہے۔ کوئی شخص اپنا دشمن نہیں ہوا کرتا سوائے اس کے کہ پاگل ہو۔ تو وہاں اس کو دکھائی دے رہا ہے کہ یہ سختی ہی مجھے مناسب ہے۔ یہی مجھے راس آئے گی۔ اور جہاں ہمیں دکھائی نہیں دے رہا ہوتا وہاں اللہ کو دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ پس خدا کی وسیع نظر کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ جو اللہ چاہے جس حد تک سختی ڈالے اسی حد تک قبول کریں اس سے آگے بڑھ کر زبردستی آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء)

افطاری

رمضان کی دعائیں حاصل کرنے کا ایک ذریعہ۔ لیکن......

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک اہم قابل اصلاح امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

".......رمضان میں افطاریاں کرانے کا رواج چل پڑتا ہے جو بسا اوقات اس مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے جو میں اب بیان کر رہا ہوں۔ وہ سمجھتے ہیں کھانا کھلانا افطاری کرانا چونکہ ثواب کا کام ہے اس لئے ہم جتنی زیادہ سجا سجا کر افطاریاں کرائیں گے لوگوں کو بھیجیں گے اتنا ہی ہمارا رمضان کامیابی سے گزرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ افطاری کروانا ایک نیکی کا کام ہے اور غریب کو روزہ رکھوانا بھی ایک نیکی کا کام ہے۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایسی نیکی نہ کرو، فرماتا ہے لا یکون دولۃً بین الاغنیاء منکم کہ جو خدا تعالیٰ نے تمہیں نعمتیں عطا فرمائی ہیں مختلف صورتوں میں۔ بعض دفعہ خدا تعالیٰ اس زمانے میں جہاد کے نتیجے میں بہت سی کثرت سے دولتیں صحابہ کو عطا کرتا رہا تو اس کے مصارف کا بیان کرتے ہوئے یہ متوجہ فرمایا لا یکون دولۃً بین الاغنیاء منکم جب خدا تعالیٰ تمہیں باحیثیت بنائے تمہارے اموال میں برکت دے تو تحفے دینے کا اس دولتمند ہونے سے یا خدا تعالیٰ کی نعمتیں حاصل ہونے سے طبعی تعلق ہے۔ ہر امیر تو یہ نہیں کرتا بعض امیر تو اور بھی کنجوس ہوتے جاتے ہیں۔ مگر عام طور پر جس کے اچھے دن آئیں، جس کو خدا تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے، وہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائی کو بھی اس سے خوش کرے اس کا بھی حصہ ڈالے تو

اس زمانے میں جب خدا تعالیٰ کسی قوم کے دن بدل رہا ہوتا ہے ان کو دنیاوی نعمتیں عطا کرتا ہے تو ایک دوسرے کو تحائف دینا ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنے کا جو رواج ہے یہ از خود تقویت پا جاتا ہے۔ اس تعلق میں فرمایا لیکن یہ یاد رکھنا "لا یکون دولۃً بین الاغنیاء منکم یہ نہ ہو کہ تم امیروں کو ہی بھیجتے رہو چیزیں۔ جب خدا نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ دولت جو امیروں کی سطح پر اوپر اوپر گھومتی رہے اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تمہارے معاشرتی تقاضے ہیں تمدنی تقاضے ہیں۔ جب تم ایک خاص سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہو تو آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دینا یہ خدا کی خاطر نہیں ہوا کرتا۔ اگر خدا کی خاطر تحفے دینے ہیں تو اوپر سے نیچے کی طرف تحفے بہاؤ۔ اور وہ لوگ جو مجبور اور غریب ہیں اگر پوری طرح نہیں تو نسبتاً غریب ہیں ان کو دیا کرو۔ تو جہاں تک فدیے کا تعلق ہے یہ تو آپ باہر بھیج سکتے ہیں مگر افطاریاں باہر نہیں بھیج سکتے اور اس کا بھی بڑا رواج ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ افطاریاں اپنے سے امیروں کو یا اپنے ہم پلہ امیروں کو بھیجنے کی بجائے ڈھونڈیں کہ نسبتاً کون مسکین لوگ ہیں خدا کے۔ اور یہ مسکینی جو ہے یہ ایک نسبتی چیز ہے۔ ضروری نہیں کہ ایسا غریب ہو کہ اس کو صدقہ ہی دیا جائے۔ حالات الگ الگ ہیں۔ بعضوں کو کم ملتا ہے۔ بعضوں کو زیادہ ملتا ہے۔ تو وہ لوگ جو خدا کی خاطر کسی کو خوش کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ ڈھونڈیں ایسے لوگ جن کا کھانے پینے کا معیار روز مرہ کا اتنا اونچا نہیں جتنا ان کا ہے۔ اور وہ اگر ان کو بھیج دیں تو اس آیت کے مضمون کے مطابق وہ اپنے

ہی جیسے دولتمندوں میں دولت کے چکر لگانے کے مترادف نہیں رہے گا۔ پس افطاریوں میں بھی بہتر یہی ہو کہ آپ اپنے ہمسایوں کو دیکھیں اردگرد جگہ تلاش کریں اور روزمرہ واقف جو آپ کو دکھائی دیتے ہیں ان کو بھیجیں مگر صدقے کے رنگ میں نہیں۔ کیونکہ افطاری کا جو تعلق ہے وہ صدقے سے نہیں ہے۔ افطاری کا تعلق محبت بڑھانے سے ہے اور رمضان کے مہینے میں اگر آپ کچھ کھانا بنا کے بھیجتے ہیں تو طبعی طور پر محبت بھی بڑھتی ہے اور دعا کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ اس عزت اور احترام سے چیز دیں کسی غریب کو یا ایسے شخص کو جو نسبتاً غریب ہے کہ اس میں محبت کا پہلو غالب ہو اور صدقے کا کوئی دور کا عنصر بھی شامل نہ ہو تو یہ وہ افطاری ہے جو آپ کے لئے باعث ثواب بنے گی اور آپ کے حالات بھی سدھارے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس طرح اوپر اور نچلے طبقوں کے درمیان آپس میں محبت پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

دوسری افطاری کی دعوتوں سے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ افطاری ایک تو انسان بنا کر کسی کے گھر بھجوا دیتا ہے تاکہ اس دن دعا میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے۔ وہ دیکھیں کہ فلاں نے ہم سے اتنا پیار اور محبت کا سلوک کیا۔ تو رمضان کی دعاؤں میں ایک یاددہانی کا کام بھی دیتی ہے افطاری۔ مگر جب آپ افطاری کی دعوتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ بالکل برعکس نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ روزہ کھول کے انسان ذکر الٰہی میں مصروف ہو قرآن کریم کی تلاوت کرے جو تراویح پڑھتے ہیں وہ تراویح کے لئے تیار ہو کر جائیں اس کی بجائے مجلسیں لگ جاتی ہیں جو بعض دفعہ اتنی لمبی چل جاتی ہیں کہ عبادتیں بھی ضائع ہونے لگتی ہیں اور اگر اس دن کی عشاء کی نماز پڑھ بھی لیں وقت کے اوپر تو دوسرے دن کی تہجد کی نماز پر اثر پڑ جائے گا۔

تو اسی لئے میں تو ذاتی طور پر افطاریاں کرنے کا قائل ہی نہیں ہوں۔ ربوہ میں بھی میرا یہی دستور تھا کہ اگرچہ لوگ بہت اصرار کیا کرتے تھے مگر میں اسی اصرار کے ساتھ معذرت کر دیا کرتا تھا کہ رمضان کے مہینے میں یہ مشاغل کرنا اس قسم کے یہ میرے نزدیک رمضان کے مقاصد سے تصادم ہے۔ اس سے ٹکرانے والی بات ہے۔ تو جو افطاریاں ہو چکیں پہلے ہفتے میں ہو گئیں، آئندہ سے توبہ کریں اور مجالس نہ لگائیں گھروں میں۔ مجالس وہی ہیں جو ذکر الٰہی کی مجلسیں ہیں اور افطاری کی مجلسوں کو میں نے کبھی ذکر الٰہی کی مجلسوں میں تبدیل ہوتے نہیں دیکھا۔ پھر وہ سجاوٹ کی مجلسیں بن جاتی ہیں اچھے کپڑے پہن کے عورتیں، بچے جاتے ہیں وہاں خوب پھر گپیں لگائی جاتی ہیں۔ کھانے کی تعریفیں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسرے دن اپنی تہجد کو ضائع کر دیتے ہیں اور پھر بے ضرورت باتیں بہت ہوتی ہیں۔ تو افطاری کا جو بہترین مصرف ہے وہ یہی ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ حتی المقدور یعنی منع تو نہیں ہے کہ اپنے ہم پلہ لوگوں کو جو دولت کے لحاظ سے یا اپنے سے بہتر لوگوں کو بھی تحفہ دیں۔ قرآن کریم نے یہ منع نہیں فرمایا کہ آپس کے ایک ہی دائرے میں بالکل نہیں کچھ بھیجنا۔ یہ فرمایا ہے کہ وہیں کا نہ ہو رہو۔ ایسے تحائف نہ دو کہ صرف ایک طبقے کے لئے خاص ہو جائیں اور وہ ایک دائرے میں گھومتے پھریں اور اوپر سے نیچے کی طرف اور نیچے سے اوپر کی طرف حرکت نہ کریں۔ تو ایک صحت مند جو خدا تعالیٰ نے نظام جاری رکھا ہے Ventilation کا، وہ اس افطاری کے تعلق میں بھی پیش نظر رہنا چاہئے اور اس طرح اگر آپ کچھ نہ کچھ نئے لوگوں کو بھی ڈھونڈ لیں جو آپ کے دائرے سے باہر اور نسبتاً غریبانہ حالت میں ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ بات ایک مزید نیکی کا موجب بنے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جنوری ۹۷ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۷ مارچ ۹۷ء)

فدیہ

احساس محرومی کا ایک علاج

رمضان کے روزے فرض ہیں البتہ بعض مجبوریوں کی بناء پر اگر روزے نہ رکھے جا سکیں۔ اس کی طاقت نہ ہو تو ارشاد خداوندی ہے کہ "فدیہ" دیا جا سکتا ہے۔

اس کی تفسیر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہوئے فرما رہے ہیں:۔

"یہاں فدیہ کی بات میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ فدیہ کیا ہے؟ فرمایا "فدیہ طعام مسکین" ایک مسکین کا کھانا ہے فدیہ۔ یعنی جو تم میں سے غرباء میں نسبتاً مالی لحاظ سے کم توفیق رکھنے والے ہیں اور ان کے اندر مانگنے کی عادت نہیں خصوصیت سے وہ لوگ مساکین کہلاتے ہیں۔ مانگنے والے بھی اس حکم سے باہر نہیں جائیں گے مگر خاص طور پر نظر رکھنے کا حکم ہے۔ فدیہ طعام مسکین کا مطلب ہے تم نگاہ رکھو کہ ایسے مساکین جو تمہارے ارد گرد رہتے ہیں جن کو مانگنے کی عادت نہیں مگر تمہارا فرض ہے کہ ان تک پہنچو ان کی تلاش کرو ان کو یہ کھانا پہنچاؤ۔ یہ تمہارا فدیہ ہو جائے گا۔ فدیہ دراصل ایک چیز کو کسی مصیبت سے چھڑانے کے لئے دیا جاتا ہے۔ جب ان کے دشمنوں کے قیدی جب ان پہ فتح پاتے ہیں ان کے ہاتھ آ جاتے ہیں تو ان کے پچھلے عزیز، رشتے دار وغیرہ کچھ رقم دے کر ان کو چھڑاتے ہیں تو جان چھڑانے کے لئے کسی مصیبت سے جو کچھ دیا جائے اسے فدیہ کہتے ہیں۔ اور جو چیز ضائع ہو جائے اور انسان کسی وجہ سے کسی نیکی سے محروم رہ جائے تو اس کی جو بلا پڑتی ہے انسان پر۔ نیکی کا مہینہ آیا اور نیکیوں سے محروم رہ گیا اس بلا سے بھی تو جان چھڑانی ہے کہ جو محرومی کا احساس ہے اور محرومی کے نتائج ہیں وہ تو پڑیں گے بہرحال۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ فدیہ مقرر فرمایا ہے کہ تم بھوکے رہ کر خدا کی رضا کمانا چاہتے تھے۔ تمہیں خواہش کے باوجود بھوکے رہ کر خود خدا کی رضا کمانے کی توفیق نہیں مل سکی تو اس کا علاج دیکھیں کیسا عمدہ تجویز فرمایا۔ فرمایا بھوک میں کوئی بات نہیں ہے اصل تو تقویٰ ہے۔ اور اگر تم خدا کی خاطر کسی بھوکے کو کھانا کھلاؤ تو یہ تمہارے روزے چھٹنے کا فدیہ ہے۔ یعنی بظاہر انسان یہ سمجھتا ہے اس کا فدیہ یہ ہو کہ کسی کو روزے رکھواؤ لیکن روزے رکھوانا فدیہ نہیں بھوکے کو کھانا کھلانا فدیہ بن گیا۔

پس اس نیکی کو بھی نہ صرف اس مہینے میں رواج دینا ہے بلکہ اپنے بچوں کو خصوصیت سے بتانا چاہئے اور اس رمضان کے مہینے میں فدیہ کا مضمون چونکہ بھوک سے تعلق رکھتا ہے بھوک کے حوالے سے سمجھانا چاہئے۔ اپنی اگلی نسلوں کو بتائیں کہ دیکھو تم خدا کی خاطر بھوکے رہے تھے تو کبھی یہ بھی سوچا کہ خدا کے بہت سے ایسے بندے ہیں جن کو روزمرہ ہی کھانے کی وہ توفیق نہیں ملتی جو تمہیں ملتی ہے۔ تم صبح اٹھ کے کھاتے ہو، دوپہر کو بھی کھاتے ہو، شام کو بھی پھر اس کے علاوہ بھی جب توفیق ملے۔ جو صاحب حیثیت لوگ ہیں، یا ان ملکوں میں رہتے ہیں جیسے انگلستان کے رہنے والے ہیں ان کے بچوں کو تو ہر وقت چرنے کی عادت ہوتی ہے۔ کوئی جیب میں چیونگم ڈال لیا۔ کوئی چاکلیٹ

بقیہ صفحہ 12 پر

جاوید پینٹ اینڈ سینٹری سٹور

جی آئی-سی آئی، پی وی سی پائپ و فٹنگ، سی پی فٹنگ، ڈاڈیکس پائپ، سرامکس وغیرہ۔
ڈیولکس (ICI) ماسٹر، کلاسک اینمل و ایملشن
35% پیور زنک سلیجیئم چاک پاؤڈر وغیرہ کیلئے تشریف لائیں

B11-2-383 ابوبکر روڈ نزد برکت چوک
ٹاؤن شپ۔ لاہور
فون پی پی :- 5112072

ایم۔ افضل اینڈ ایسوسی ایٹس

ایڈووکیٹس ہائی کورٹ

قانونی مشیر سول اینڈ ٹیکس لاز

۲۰۷۔ اشرفیہ کمپلیکس۔ مون مارکیٹ
علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور

فون نمبر:- ۴۴۵۸۲۱

یونائیٹڈ الیکٹرک سٹور
اینڈ
ریپئیر سنٹر

ڈیلرز:- پاکستان کیبل۔ رائل فین۔ پاک فین۔
ایشیا فین۔ فینسی لائٹ

266/16-B-I ٹاؤن شپ نزد اکبر چوک۔ لاہور

فون :- 5114822
5112096

اقبال ٹمبر

مولڈنگ اینڈ کاروِنگ

دیار۔ پڑتل۔ مولڈنگ بارڈر۔ گولہ۔ ریلنگ۔
کاروِنگ وغیرہ بھی دستیاب ہے۔

فیکٹری: بالمقابل نگینہ آئیل مل
سید پور۔ بدرپورہ۔ ملتان روڈ۔ لاہور

فون: ۵۴۱۳۷۹۰

ذرا یہ ضرور پڑھ لیں

اے بے خبر ....

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :-

"پس یقین رکھیں کہ لازماً ایک خدا ہے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آپ کو بے فکری کی حالت میں مزید زندگی نہیں گزارنی چاہئے۔ یہ جہالت ہے لاعلمی ہے۔ اور یاد رکھیں مرنا ضرور ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ اگلے رمضان سے پہلے ہم سب لوگ زندہ رہیں گے۔ لازماً ہم میں سے وہ معین لوگ موجود ہیں جو اس وقت اس خطبے میں حاضر ہیں مگر بعید نہیں کہ ان کو اگلا خطبہ بھی نصیب نہ ہو۔ بعید نہیں کہ اگلے مہینے کا خطبہ بھی نصیب نہ ہو یا نمازیں نصیب نہ ہوں' اگلے سال کی بات تو بہت دور کی بات ہے۔ پس اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے جو' یہ توجہ دلائی شروع میں کہ تم نے مرنا ہے' پیش ہونا ہے یہ خیال آپ کو تقویت بخشے گا اور نیکی کے ارادے کرنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ جب موت کا وقت آجائے گا پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور سب پر آنا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو دنیا کی زندگی سے خوش ہیں وہ سوچ کر تو دیکھیں کہ جب موت کا وقت آئے گا تو ایسی بے قراری ہو گی کہ کچھ پیش نہیں جائے گی۔ وہ چاہیں گے کہ ہم واپس ہوں تو پھر کچھ کریں لیکن اللہ تعالیٰ اس خیال کو رڈ فرمادے گا اور یہ ساری زندگی ہاتھ سے نکل جائے گی اور دار الجزاء آگے لامتناہی سامنے کھڑا ہو گا۔ تو مرنے سے پہلے کچھ کرو۔ اور موت کا نہ دن معین ہے نہ وقت معین ہے' اس لئے اپنی زندگی کو عبادتوں سے بھرنے کی کوشش کرو اور عبادت کے ساتھ ساتھ دوسری نیکیاں ضرور نصیب ہوتی ہیں اس لئے جب آپ نمازیں پڑھتے ہیں تو نمازوں کے ساتھ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں خرچ کرنے کی بھی توفیق ملتی ہے' دوسری نیکیوں کی بھی توفیق ملتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 فروری 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 28 مارچ 1997ء)

عہدیداران جماعت کیلئے ایک نوید سعید

سَو حرج کر کے بھی میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے

(از مکرم مجد الدین صاحب مجد معاون صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

"جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے۔ اُس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سَو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائیگا۔"

یہ ارشاد حضرت مصلح موعود نے مجلس مشاورت 1956ء کے موقعہ پر فرمایا تھا۔ الحمدللہ کہ مجلس خدام الاحمدیہ حضور کے اس ارشاد پر بخوبی عمل کر رہی ہے۔ اس کی تازہ مثال گزشتہ دنوں دیکھنے کو ملی جب مرکز میں ایک اہم میٹنگ کے لئے ملک بھر سے نمائندگان کو شامل ہونا تھا۔ اس میٹنگ کی اطلاع محض چند روز پہلے کی گئی تھی۔ اس روز پنجاب میں ٹرانسپورٹ کی ہڑتال تھی۔ اور ملک بھر میں جاری بعض مذہبی تنظیموں کے اجتماعات کے باعث ہر ذریعہ مواصلات سواریوں سے پُر تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس میٹنگ میں سو فیصد نمائندگی کی توفیق ملی۔ اور اس میٹنگ میں آنے والے سفر کی صعوبتیں اور رکاوٹیں برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آن پہنچے۔ یوں تو ہر آنے والے کی اپنی داستان تھی کہ کن کن تکالیف کا سامنا اسے اس للّٰہی سفر میں کرنا پڑا۔ لیکن اختصار کی خاطر دو خدام کے خطوط پیش ہیں۔ مکرم عثمان کریم الدین صاحب بہاولنگر سے لکھتے ہیں کہ:

"ہمارا خیال تھا کہ ہمارا سفر بہت آسانی اور سہولت کے ساتھ گزر جائے گا کیونکہ ہماری اطلاع کے مطابق ایک ایئر کنڈیشنر کوچ بہاولنگر سے فیصل آباد کے لئے جاتی تھی اور ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اسی پر فیصل آباد تک جائیں گے۔ آگے پھر بس بدل کر ربوہ چلے جائیں گے مگر ہمیں چلنے سے ایک دن قبل معلوم ہوا کہ وہ بس اب بند ہو گئی ہے اس لئے ہم نے اپنا ارادہ بدل کر ہفتہ کی صبح پونے آٹھ بجے سرگودھا جانے والی بس پر ربوہ جانے کا پروگرام بنایا اور جمعہ کی رات کو ہمارے قائد صاحب ٹکٹ لینے اڈے پر گئے۔ اس وقت انہیں بتایا گیا کہ صبح بس نہیں جائے گی کیونکہ ہڑتال ہے۔ اب رات کے وقت بسوں پر جانے کا ہی موقع بچا تھا ایک پونے گیارہ بجے جاتی تھی اور دوسری پونے ایک بجے۔ قائد صاحب نے مجھے فون پر بتایا کہ یہ صورتحال ہے تو کیا کرنا چاہئے۔ پونے گیارہ بجے تک بس سٹینڈ پر پہنچنا ہمارے لئے مشکل تھا اس لئے ہم نے پونے ایک بجے چلنے کا پروگرام بنایا۔ اڈہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس گاڑی پر ہم نے جانا ہے وہ بڑی بس نہیں ہے بلکہ بس سے کافی چھوٹی ہے اور ویگن سے کچھ بڑی ہے جو عام طور پر بہاولنگر سے بہاولپور تک چلتی ہے۔ ہم نے کافی انتظار کیا آخر سوا ایک بجے ہماری بس آئی۔ ہمارا خیال تھا کہ بس میں جگہ خالی ہو گی اور ہم آسانی سے سیٹوں پر بیٹھ کر سفر طے کر لیں گے۔ مگر صبح کی ہڑتال کی وجہ سے بس میں بالکل جگہ نہیں تھی اور بعض عورتوں اور بچوں کو بھی کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑ رہا تھا۔ اس بس میں لوگ اس طرح بھرے ہوئے تھے جیسے زمیندار روئی کو منڈی میں لیجانے کے لئے گٹھڑیوں میں بھرتا ہے۔ سیٹ پر بیٹھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ میرے جیسے کے لئے تو کھڑا ہونا بھی مشکل تھا کیونکہ لمبے قد اور بس کی چھت نیچی ہونے کی وجہ سے سیدھا کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا

تھا- اللہ اللہ کر کے بس چلی ابھی ہم نے ستلج دریا کا پل پار کیا تھا کہ کچھ آگے پولیس چوکی پر ہماری گاڑی کو روک لیا گیا اور کہا گیا کہ باقی بسوں کے ساتھ مل کر آگے جاؤ- وہاں بھی کافی دیر انتظار کرنا پڑا- آخر تقریباً 30,25 منٹ کے بعد آگے روانہ ہوئے- پونے تین بجے کے قریب عارف والا پہنچ گئے وہاں پھر پولیس والوں نے روک لیا وہاں تقریباً ہمیں پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا آخر وہاں سے چلنے کی اجازت ملی اس وقت میرا نیند سے برا حال تھا- ساہیوال پہنچ کر ہمیں سیٹ ملنے کی قوی امید تھی مگر ساہیوال تک کا سفر بھی میرے لئے پہاڑ ثابت ہوا تھا- اس دوران میں کئی دفعہ سویا کئی دفعہ جاگا- ابھی پوری طرح آنکھیں کھلی بھی نہ تھیں کہ پھر اونگھ آجاتی گرنے لگتا تو پھر آنکھ کھل جاتی- آخر کار ساہیوال آگیا اور ہم دونوں اپنی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے اور سوگئے- میں کھڑکی کی طرف بیٹھا ہوا تھا میری طرف کی کھڑکی خراب تھی بند کرنے کے باوجود کچھ دیر کے بعد کھل جاتی اور ٹھنڈی ہوا اندر آنے لگتی تھی خوش قسمتی سے میرے پاس ایک کھیس تھا اس کو ہم دونوں نے اپنے اوپر لیا اور سوگئے- تقریباً پونے چھ بجے میری آنکھ کھلی اب رات کے وقت گھڑی بھی نظر نہیں آرہی تھی اس لیے ٹائم کا پتہ نہیں لگ رہا تھا- کچھ دیر بعد دوسری گاڑی کی روشنی سے گھڑی نظر آئی تو پونے چھ کا وقت تھا- میں نے کچھ انتظار کے بعد کہ شاید نماز کے لئے گاڑی رکے- لیکن نہ رکنے کی وجہ سے اپنی نماز شروع کردی تھی ابھی نماز شروع ہی کی تھی کہ ڈرائیور نے گاڑی روک دی- نماز درمیان میں ہی ختم کر کے باہر جاکر نماز پڑھی- نماز کے بعد بس پھر ایک دفعہ چل پڑی اور ہم پھر ایک دفعہ سوگئے- فیصل آباد جاکر میری آنکھ کھلی اور ربوہ تک دوبارہ نیند نہیں آئی- آخر کار تقریباً 9:00 بجے ہم ربوہ اتر گئے- الحمدللہ

گو کہ میرا یہ سفر زندگی کا شاید سب سے تکلیف دہ سفر تھا- مگر خدا کی قسم! میرے لئے یہ سب سے پیارا سفر ہے اور مدتوں میں اس کو نہ بھول پاؤں گا- ربوہ میں آنے' وہاں ٹھہرنے اور واپسی پر مجھے جو لطف محسوس ہوا اس کو میں بیان نہیں کر سکتا اور ایک سفر نے مجھے وہ کچھ دیا جو شاید آج تک میں نے حاصل نہیں کیا- میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اپنی رضا کی خاطر سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی-"

مکرم طیب احمد منصور صاحب ننکانہ سے لکھتے ہیں:

"میں صبح پونے سات بجے گھر سے روانہ ہوا- بسیں بند تھیں جڑانوالہ کی طرف جانے والی ٹرین آٹھ بجے آنا تھی سو میں اسٹیشن چلا گیا- وہاں سے ٹرین پر جڑانوالہ پہنچ گیا- ادھر کافی رش تھا- لوگ فیصل آباد جانے کے لئے صبح سے انتظار میں تھے- میں نے دل میں سوچا کہ آگے چلتے ہیں چنانچہ پیدل ہی سٹاپ سے آگے کی طرف روانہ ہوا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک ویگن قریب آکر رکی- میں نے ان سے پوچھا کہ فیصل آباد لے جاؤ گے' انہوں نے بٹھا لیا اس طرح فیصل آباد پہنچ گیا- پھر فیصل آباد اربن ٹرانسپورٹ پر بیٹھ کر پنجاب میڈیکل کالج والے چوک پر پہنچ گیا- کچھ انتظار کے بعد چنیوٹ کی ویگن آئی- جس پر بیٹھ کر میں چنیوٹ پہنچ گیا- وہاں سے کچھ انتظار کے بعد ایک بس آئی بہت رش تھا اس میں بیٹھ کر میں ڈیڑھ بجے کے قریب ربوہ پہنچ گیا-

صبح جب گھر سے روانہ ہونے لگا تھا تو والد صاحب کہنے لگے اگر کوئی سواری نہ ملی تو واپس آجانا مگر میں نے دل میں ارادہ کیا تھا کہ واپس ہرگز نہیں آنا آگے ہی کی طرف قدم بڑھانا ہے- سو خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں ڈیڑھ بجے کے قریب ربوہ پہنچ گیا- الحمدللہ"

قارئین! یہ ایسے بے شمار سفروں اور ایسے ان گنت خوش نصیب مسافروں کے واقعات میں سے دو آپ نے ملاحظہ فرمائے صرف اس یاددہانی کے لئے کہ سلسلہ کی خاطر' جماعتی کاموں اور میٹنگز میں شمولیت کی خاطر کوئی عارضی دکھ پہنچے تو وہ دائمی سکھ کا باعث ہے' افضال خداوندی کا باعث ہے اور ایسی میٹنگز میں سو حرج کر کے بھی شمولیت کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کے سامنے امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی ہیچ ہے- آیئے یہ نصب العین اپنے سامنے رکھیں- خدا تعالیٰ اس کی توفیق بخشے- آمین-

عظیم تر معجزہ

سیرت و سوانح حضرت عمر فاروقؓ

(تحریر:- مکرم فرید احمد صاحب نوید)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور اسلامی تعلیم کی تاثیر ہر دور میں بے مثال نمونے دکھاتی رہی ہے۔ ابتداء سے لیکر آج تک ہر زمانہ ان کے فیض کی بدولت فوائد حاصل کرتا رہا ہے۔ دلوں کی حالت بدلتی رہی ہے اور دماغ روشنی حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہی تاثیریں تھیں جنہوں نے خون کے پیاسے دشمنوں کو جان فدا کرنیوالے دوست بنا دیا۔ ایسے رشتوں میں باندھ دیا جو کبھی نہ ٹوٹنے والے تھے۔ محبت کے یہ عظیم معجزات تاریخ اسلام کے وہ خوبصورت باب ہیں جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔ بلکہ اس دنیا پر ہی کیا موقوف یہ معجزات تو زمان و مکان کی حدود سے آگے نکل کر ہمیشہ کیلئے امر ہو چکے ہیں۔ ایک درخشاں ستارے کی داستان حیات جو ان معجزات کی ایک اعلیٰ ترین مثال تھا۔

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دل سنگیں جو ہووے مثل سنگ کوہسار

فیصلہ کا لمحہ

مکہ کی گلیوں میں اس وقت چہل پہل نسبتاً کم تھی۔ اکا دکا لوگ اپنے کاموں کی غرض سے آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسے میں ایک مضبوط اور طاقتور شخص اپنی تلوار نیام میں ڈالے ایک فیصلہ کن ارادے سے کوہ صفا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے تیور صاف بتا رہے تھے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ کبھی کبھی اپنی تلوار کے دستے کو ٹٹول کر دیکھ لیتا تھا جیسے یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ تلوار موجود ہے یا نہیں۔ یہ انداز اور چہرے کے آثار صاف بتا رہے تھے کہ آج ضرور کچھ ہونے والا ہے۔ اسی بات کو سامنے سے آتے ہوئے نعیم بن عبداللہ نے بھی بھانپ لیا۔ انہوں نے ایک مرتبہ تو غور سے اس شخص کی طرف دیکھا اور پھر اس کے نزدیک آکر رک گئے۔ کیا بات ہے عمر؟ خیر تو ہے؟ نعیم نے ملائمت سے پوچھا۔ دن کے اس پہر اس حالت میں کہاں جا رہے ہو؟ عمر نے ایک نظر نعیم پر ڈالی اور پھر بڑے عزم سے کہا "آج فیصلہ ہو جائے گا"۔ کیسا فیصلہ! نعیم کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔ اس وقت مکہ میں ایک ہی بڑا مسئلہ ہے' عمر نے اپنی بات شروع کی اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مسئلہ ہے جس نے ایک نیا دین بنا کر ہر طرف مشکل ڈال دی ہے۔ اس کے ساتھیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور یوں اس مصیبت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پس آج میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے اس مسئلے کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دوں گا اور اس وقت اسی ارادے سے جا رہا ہوں۔

نعیم بن عبداللہ یہ بات سنکر ششدر رہ گئے۔ بے اختیار

ان کے منہ سے نکلا تم باہر فیصلے کرنے جا رہے ہو جب کہ خود تمہارے گھر میں یہ پیغام قبول کیا جاچکا ہے۔ تمہاری بہن فاطمہ اور اس کا شوہر بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ پہلے ان کو تو سنبھالو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خبر لینا۔

یہ بات سنکر تو جیسے عمر غصے سے بھر گئے۔ ان کے خیال میں یہ واقعی بہت بڑا طعنہ تھا کہ عمر جیسے شخص کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو جائیں۔ نعیم کی بات نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا اور اگلے ہی لمحے ان کا رخ کوہ صفا کی بجائے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر کی طرف تھا۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر اندر داخل ہونے سے قبل عمر ایک لمحہ کیلئے ٹھٹھک کر رہ گئے۔ اندر سے کچھ پڑھے جانے کی آواز آ رہی تھی۔ ان کی بہن فاطمہ بڑی محبت اور خوش الحانی سے قرآن کریم کی بعض آیات پڑھ رہی تھی۔ عمر تیزی سے دروازے سے گزر کر اندر داخل ہوئے اور بہن کی طرف بڑھے۔ انہوں نے غصے میں بھرے ہوئے عمر کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا تو جلدی سے قرآن کے وہ اجزاء جو ان کے ہاتھ میں تھے، چھپا لئے لیکن عمر تو اپنے کانوں سے تلاوت کی آواز سن چکے تھے۔ اب ان سے کیا چھپ سکتا تھا۔ غصے سے بولے تم دونوں بے دین ہو گئے ہو؟ اور ساتھ ہی اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے یہ عالم دیکھا تو وہ بچانے کیلئے آگے بڑھیں۔ لیکن عمر نے ان کی بھی پرواہ نہ کی اور وہ بھی اس لڑائی میں زخمی ہو گئیں۔ ان کا خون بہتا دیکھ کر بہن کی محبت نے جوش مارا تو آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اور اس کی طرف دیکھنے لگے۔ فاطمہ نے بڑے عزم کے ساتھ عمر کی طرف دیکھا اور کہا عمر! جو جی میں آئے کر لو ہم اب اسلام کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اسلام سے محبت کا یہ عالم دیکھ کر آپ کو رحم آ گیا اور کہا اچھا لاؤ! مجھے بھی سناؤ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔ وہ ایک لمحے کو جھجکیں لیکن پھر انہوں نے قرآن کی آیات کی تلاوت شروع کر دی۔ سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم ○ جوں جوں عمر قرآن سن رہے تھے ان کے دل میں ایک تغیر پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تمام نفرت اور تعصب دھلتا چلا جا رہا ہے اور سینہ اسلام کی محبت کیلئے کھلتا جاتا ہے۔

بہن نے تلاوت مکمل کر کے عمر کی طرف دیکھا لیکن عمر تو قرآن کے الفاظ میں ڈوب چکے تھے۔ ان کی تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ وہی عمر جو چند لمحے پیشتر اسلام کا نام سننا گوارہ نہ کرتے تھے اب تلاوت سن کر مسحور سے ہو رہے تھے اور پھر عجیب ہی واقعہ گزرا۔ عمر بہن کے گھر سے اٹھے اور ایک مرتبہ پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ارقمؓ کے مکان کی طرف جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا روانہ ہو گئے۔ آپ کچھ وقت قبل بھی کوہ صفا کی طرف جا رہے تھے لیکن اس وقت میں، اور اب میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ تب آپ کے دل میں نفرت اور دشمنی تھی لیکن اب صرف محبت موجزن تھی۔

حضرت ارقمؓ کے مکان پر پہنچ کر آپ نے دستک دی۔ حضور ﷺ ان دنوں یہاں مقیم تھے اور اس وقت آپ کے ساتھ بعض دیگر صحابہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے جب عمرؓ کو باہر کھڑے دیکھا تو پریشان ہو گئے۔ وہ عمر کی سختی اور اسلام کی مخالفت سے آگاہ تھے اس لئے ان کی پریشانی ایک فطری امر تھا وہ عمر کی دلی کیفیات سے تو واقف نہ تھے وہ تو صرف اتنا جانتے تھے کہ دن کے اس پہر تلوار نیام میں ڈالے رسول اللہ کی تلاش میں آنے والا عمر یقیناً کوئی غلط ارادہ لے کر آیا ہے۔ حضرت حمزہ بھی وہاں موجود تھے اور بہادری اور جرات میں وہ بھی کچھ کم نہ تھے۔ انہوں نے جب صحابہؓ کا ردعمل دیکھا تو بڑے حوصلے سے کہا کہ دروازہ کھول دو اور عمر کو آنے دو اگر تو وہ نیک ارادے سے آیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اسی کی تلوار سے میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ صحابہؓ نے راستہ چھوڑ دیا اور عمر اندر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ عمر کو آتا دیکھ کر خود آگے بڑھے اور پر شوکت آواز میں دریافت کیا کہو عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ آپ عاجزی کے ساتھ آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان

لانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ جملہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے بے اختیار ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا جسکے جواب میں صحابہ کے نعروں سے فضائیں گونج اٹھیں۔

یہ واقعی ایک غیر معمولی واقعہ تھا کیونکہ عمرؓ قریش مکہ کے ان بڑے لوگوں میں سے تھے جن کا اپنے ماحول میں بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ آپ کی بہادری اور سخت گیری زبان زد عام تھی لیکن یہ بہادری اور دبدبہ اسلام کی مخالفت کی وجہ سے عام مسلمانوں کیلئے بڑی مشکلات کا باعث تھا خصوصاً کمزور غلاموں اور کنیزوں کیلئے۔ آپ کی ایک کنیز جس کا نام بسینہ تھا وہ مسلمان ہوئی تو عمرؓ کو شدید غصہ آیا۔ وہ اسے اتنا مارتے تھے کہ مارتے مارتے وہ خود تھک جاتے تھے۔ لیکن یہ کنیز بھی اسلام پر ثابت قدم رہی اور رسول اللہ ﷺ کا انکار نہ کیا۔ تاہم آپ کی یہ سختی مسلمانوں کیلئے بہت تکلیف دہ تھی اس لئے رسول خدا نے بڑے درد کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ **اللھم اعز الاسلام باحد الرجلین اما ابن ہشام و اما ابن الخطاب** یعنی اے اللہ! اسلام کو ان دو مخالف اشخاص میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے کے ذریعے عزت عطا کر یا تو عمرو ابن ہشام یعنی ابو جہل اور یا عمر بن خطاب۔

پس رسول اکرمؐ کی یہ دعا عمر بن خطاب کے حق میں پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے عمر کو اس نعمت کیلئے چن لیا۔ اور ایسا چنا کہ عمر جیسا مخالف جان فدا کرنے والا دوست بن گیا۔ اور ایسا دوست بنا کہ تادم آخر دوستی اور وفا کے تقاضے نبھاتا رہا۔ اور جیسی عظیم الشان عزت اور عظمت اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اور اسلام کے دوسرے خلیفہ راشد کے طور پر فائز فرمایا۔

آپ رسول اکرمؐ سے قریباً تیرہ برس چھوٹے تھے اور جب حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبوت کا اعلان کیا اور اس وقت آپ کی عمر ۲۷ برس تھی۔ آپ قریش کے ایک معزز فرد تھے اور اپنی دانشمندی، فراست، بہادری اور علم کی وجہ سے چھوٹی عمر کے باوجود ممتاز نظر آتے تھے۔ آپ جاہلیت سے بھرے ہوئے معاشرے کے ان لوگوں میں شامل تھے جو لکھنا اور پڑھنا بھی جانتے تھے اور یہ بات آپ کی عزت کو چار چاند لگا دیتی تھی۔ اسلام کا پیغام مکہ میں پھیلا تو یہ بات آپ کو بہت عجیب سی لگی۔ دیگر رؤسا اور بڑے لوگوں کی طرح آپ کو بھی اس پیغام کی سچائی پر یقین نہ آیا۔ آپ اسلام کی مخالفت کرنے لگے اور یہ مخالفت وقت کے ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ نبوت کے اعلان کے ساتویں سال جب آپ کی عمر قریباً ۳۴ سال تھی، آپ نے اس روز روز کے جھگڑے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا اور تہیہ کر لیا کہ حضور ﷺ کے پیغام کے نتیجے میں جو معاشرہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے اس سلسلے کو ختم کر دیا جائے چنانچہ آپ قتل کے ارادے سے حضور اکرمؐ کی تلاش میں گئے لیکن خدا تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے آپ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کر دی اور اسلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے مسلمانوں کو مکہ میں بڑی طاقت مہیا ہو گئی۔ آپ کے مسلمان ہو جانے کے باوجود بھی مکہ میں کسی کی جرات نہ تھی کہ وہ آپ کو ستانے کا خیال بھی دل میں لا سکے۔ آپ نے مسلمان ہونے کے بعد نہ صرف کھلے بندوں اپنے اسلام کا اقرار کیا بلکہ کفار مکہ کو تبلیغ بھی کی اور اسلام کا پیغام سرعام ان تک پہنچایا۔ کعبہ میں جا کر نہ صرف خود عبادت کی بلکہ اپنے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت لیکر مشرکین کے سامنے نماز ادا کی۔ اس ہمت اور جوانمردی پر حضور انورؐ نے آپ کو "فاروق" کا لقب عطا کیا جس کے معنی ہیں۔ "حق اور باطل میں فرق کرنیوالا" یعنی آپ کے اسلام قبول کرنے سے حق اور باطل کھل کر علیحدہ ہو گئے۔

یہ بہادری اور ہمت اپنی جگہ پر لیکن اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آپ کو بھی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تعلق داروں اور دوستوں کی اکثریت آپ کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اور بہانے بہانے سے آپ کو پریشان کرنے کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ آپ نے

صبر کے ساتھ ان تکلیفوں کو برداشت کیا اور مدینہ ہجرت تک ۶ سال کا عرصہ بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔

ہجرت

اعلان نبوت کے تیرھویں سال یعنی ۱۳ نبوی میں حضور اکرمؐ نے مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر خدا تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے بھی مدینہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن انتظامات میں کچھ وقت لگ گیا جس کے بعد آپ نے مکہ کو چھوڑنے کا پختہ فیصلہ کیا اور گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور مسلمان بھی تھے جو مدینہ جانے کے ارادے سے ساتھ چلے تھے۔ مشرکین نہ صرف مسلمانوں کو ستاتے تھے بلکہ ہجرت بھی نہیں کرنے دیتے تھے تاکہ ان کے ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن عمرؓ کا معاملہ مختلف تھا۔ آپ مسلمانوں کے ساتھ بڑی شان سے مکہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے۔ وہاں جا کر طواف کیا اور نماز پڑھی۔ پھر بڑے اطمینان سے باہر اور سامنے موجود کفار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "آج میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر کسی میں ہمت ہے اور وہ مجھے روک سکتا ہے تو روک لے" لیکن مکہ میں کسی کی کہاں ہمت تھی کہ وہ خدا کے اس پہلوان کے مقابل پر آتا۔ آپ کی اس بات کا ایسا رعب کفار پر طاری ہوا کہ اگر کسی دل کے نہاں گوشے میں پہلے یہ بات تھی بھی تو اب کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ آپ نے محبت کے ساتھ ایک الوداعی نظر اپنی محبوب بستی پر ڈالی۔ اس بستی پر جو آپ کا مولد و مسکن تھی۔ آپ اس لئے بھی زیادہ افسردہ تھے کہ ابھی رسول خدا مکہ میں تھے لیکن ہجرت مقدر تھی اس لئے کرنا پڑی اور پھر آپ کی ہجرت کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضور اکرمؐ بھی ابوبکر صدیقؓ کی ہمراہی میں مکہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔

حضرت عمرؓ مدینہ پہنچ کر مضافات مدینہ قباء میں مقیم تھے اور دیر تک یہیں رفاعہ بن عبد المنذر کے گھر میں مقیم رہے۔ جب حضور اکرمؐ نے مکہ سے آنے والے ہر مہاجر کو مدینہ کے رہنے والے انصار میں سے کسی ایک کا بھائی بنایا جسے عرف عام میں مواخات کہتے ہیں تو حضرت عمرؓ کو عتبہ بن مالک کا دینی بھائی بنایا جو ایک معزز رئیس تھے اور قبیلہ بنو سالم کے ایک فرد تھے۔

غزوات میں شجاعت

یوں اطمینان اور سکون سے وقت گزرنے لگا اور اسلام کی تبلیغ کے لئے مواقع میسر آ گئے۔ لیکن یہ امر مکہ کے کفار کیلئے قابل قبول نہ تھا۔ انہوں نے کثرت کے ساتھ لوگوں کو اس بات پر ابھارنا شروع کیا کہ مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کو نابود کر دیا جائے۔ اسلام کی اب تک کی غیر معمولی ترقیات اور خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید کے واضح نشانات کے باوجود ان کا خیال تھا کہ ہم اگر کاری ضرب لگائیں تو ایک ہی حملہ میں مسلمانوں کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی خوش فہمی میں انہوں نے سنہ ۲ ہجری میں ایک ہزار مسلح سپاہیوں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیلئے پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کی طرف سے ۳۱۳ مجاہدین نے جن میں سے اکثریت غیر مسلح تھی۔ اس لشکر جرار کو بدر کے مقام پر روکا اور خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید سے کفار مکہ کو ہولناک شکست دی۔ اس غزوہ میں حضرت عمرؓ کی بہادری اور شجاعت نے بھی اپنے جوہر دکھائے اور بغیر کسی امتیاز کے رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کو جہنم واصل کیا۔ خود آپ کے ہاتھ سے رشتہ میں آپ کے ماموں عاص بن ھشام قتل ہوئے لیکن اسلام کی محبت کے سامنے آپ نے ہر دوسری محبت کو الوداع کہہ دیا۔ اس جنگ کے بعد جنگ احد میں بھی آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور قدم قدم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ان مشکل لمحات میں سے ہر ایک لمحہ رسول اللہؐ نے آپ کی محبت اور اسلام کی خاطر ہر قربانی پیش کرنے کے عزم پر گواہ بنتا رہا۔ اور جنگ احد کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول خدا ﷺ سے رشتہ داری کا شرف بھی عطا کر دیا اور ۳ ہجری میں حضرت حفصہؓ جو آپ کی بیٹی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

جنگ خندق، جنگ خیبر، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ غرضیکہ ہر ایک اہم موقعہ پر آپ قدم قدم رسول اللہؐ کے ساتھ رہے اور ایک جانثار دوست، مشیر اور خادم کے طور پر خدمات بجالاتے

رہے۔

آقا کی وفات پر رد عمل

اور پھر وہ وقت آ گیا جب رسول اللہ ؐ اس دنیا کو چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ صحابہ رسول ﷺ شدت غم سے نڈھال تھے اور کوئی دل اس بات کو ماننے پر آمادہ نہ تھا کہ ان کا پیارا آقا آج ان سے جدا ہو چکا ہے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ کی حالت تو غم کے مارے قابو سے باہر تھی۔ تسلیم کرنا تو دور کی بات ہے آپ تو یہ بات سننا بھی گوارہ نہیں کر رہے تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں اسے قتل کر ڈالوں گا۔ جذباتی تعلق کے علاوہ شاید اس اعلان میں یہ مصلحت بھی کارفرما ہو کہ جب تک حضورؐ کے جانشین کا انتخاب نہیں ہو جاتا یہ خبر زیادہ پھیلنے سے فتنوں کے اٹھ کھڑے ہونے کا ڈر تھا۔ وہ قبائل جو بغاوت پر تیار تھے انہیں موقع مل جاتا کہ اس دوران ساز باز کر کے اسلامی حکومت کو نقصان پہنچاتے۔ چنانچہ ہر دو صورتوں میں آپ کا یہ اعلان اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے آپ کی غیر معمولی محبت کا عکاس ہے۔ چنانچہ حضورؐ کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مل کر ہر ایک فتنے کو ختم کرنے کیلئے سرگرم رہے۔ خلافت اولیٰ کے انتخاب اور تجویز کیلئے بھی آپ ہی نے حضرت ابوبکرؓ کا نام پیش کیا اور سب سے پہلے خود بیعت کی۔ خلافت اولیٰ کے زمانے میں باغیوں اور سرکشوں کے مسئلے کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کمال ہمت اور دلیری کے ساتھ حل کیا اور گو آپ کا دور خلافت صرف دو سال پر محیط ہے پھر بھی آپ نے اس قلیل عرصہ میں اسلام کی کشتی کو ہر بھنور سے نکال کر آئندہ کی عظیم ترقیات کے دروازے کھول دیئے۔

خلافت کی خلعت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے دوسرے خلیفہ راشد کے طور پر حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور چونکہ خود حضرت ابوبکرؓ بھی آپ ہی کے حق میں رائے دے چکے تھے اس لئے آپ کے انتقال کے بعد حکومتی انتظام کی باگ ڈور آپ کے سپرد کر دی گئی۔ عمرؓ جو ابتداء سے ہی سخت مزاج سمجھے جاتے تھے خلافت کا بار پڑنے سے نرم اور حلیم ہو گئے۔ تاہم اسلامی احکامات کی پابندی اور سنت رسول ﷺ کے زندہ رکھنے کے لئے ترقیات کا ایک نیا دور تھا۔ آپ نے اسلامی مملکت کو نہ صرف استحکام عطا کیا بلکہ آپ کے دور میں فتوحات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ اسلامی مملکت عراق، شام، ایران اور مصر تک پھیل گئی۔ عراق کی طرف سے لشکر کشی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں شروع ہو چکی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں عراق کے بیشتر حصوں پر مسلمان فوجوں کا قبضہ ہو گیا۔ بڑھتی ہوئی یہ فتوحات ایرانی حکومت کو کھٹک رہی تھیں۔ کسریٰ کے خاندان سے ایک سولہ سالہ نوجوان یزدگرد اس وقت حکومت کر رہا تھا۔ اور ایرانی حکومت کے نمائندے مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں بغاوت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یوں بعض علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل بھی گئے۔ اس کے جواب میں حکومت ایران پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا گیا اور حضرت عمرؓ نے صحابی رسول سعدؓ بن ابی وقاص کو ۲۰ ہزار سپاہیوں کا لشکر دے کر اس مہم پر روانہ کیا۔ آپ کا ایرانی فوجوں کے ساتھ پہلا معرکہ قادسیہ کے میدان میں ہوا۔ اسی مناسبت سے یہ جنگ "جنگ قادسیہ" کے نام سے معروف ہے۔ ایرانی فوج کا سالار رستم تھا جس نے ایرانی ہاتھیوں کے ذریعے سے عربوں کو ڈرانے کی کوشش کی اور بہت نقصان بھی پہنچایا۔ مسلمان سپاہی اس دیو ہیکل جانور کے مقابلے کے عادی نہ تھے لیکن بعد میں ہونے والے معرکوں میں مسلمانوں نے کمال حکمت عملی سے اس کا توڑ بھی نکال لیا اور ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹ کر یا آنکھوں میں نیزے مار مار کر انہیں بے کار کرنا شروع کر دیا اس کا دوسرا فائدہ یہ بھی پہنچا کہ زخمی ہاتھی جب بے قابو ہو کر واپس پلٹتا تھا تو اپنی ہی فوج میں تباہی مچا دیتا تھا۔ قادسیہ کے میدان میں ہونے والے معرکوں میں مسلمان لشکر نے ایرانی فوج کو بری طرح شکست دی۔ اور ان کا سالار رستم مارا گیا۔ مسلمان لشکر آگے بڑھا اور چند چھوٹے چھوٹے مقابلوں کے بعد

دارالحکومت مدائن پر قابض ہو گیا۔ ان عراقی علاقوں سے ایرانی فوجوں کو مار بھگانے کے بعد حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ شاید اب جنگ نہ کرنی پڑے لیکن ایرانی بادشاہ یزدگرد قادسیہ کی شکست کا بدلہ لینے کیلئے بھرپور تیاری کر رہا تھا۔ اس نے مقابلے کے لئے ڈیڑھ لاکھ سپاہیوں کی فوج تیار کی اور طوفان کی طرح اسلامی مفتوحہ علاقوں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس لشکر جرار کو روکنے کیلئے حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کو تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ دونوں لشکر "نہاوند" کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے اور ایک خونریز معرکے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمان لشکر کو فتح عطا فرمائی۔ اور کسریٰ خاندان کی طاقت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ یزدگرد بچ تو گیا لیکن مملکت ہاتھ سے جاتی رہی اور بے سروسامانی کے عالم میں ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ اس کسریٰ کی نسل تھی جس نے خدا کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تبلیغی خط کو حقارت کے ساتھ نہ صرف رد کر دیا تھا بلکہ پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ کو اس کا یہ متکبرانہ فعل یقیناً پسند نہیں آیا تھا تبھی تو چند سالوں کے اندر اندر ایسی عظیم مملکت جو اس زمانے کی سپر پاورز (Super Powers) میں سے ایک تھی توڑ پھوڑ کر رکھ دی گئی۔ آج کسریٰ کا جانشین یزدگرد محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں سے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کر رہا تھا اور رسول اللہؐ کے ادنیٰ غلام اس کے بیش قیمت اور عظیم الشان شاہی محلات کو اپنے قدموں تلے روند رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس جب کسریٰ کا ایک شاہی رومال پہنچا تو وہ بے خود ہو گئے۔ اس رومال میں تھوکتے اور بے اختیار ہو کر کہتے واہ واہ ابوھریرہ تیری بھی کیا شان ہے۔ کسریٰ کے شاہی رومال میں تھوک رہا ہے۔ ان کی یہ وارفتگی اس لئے بھی تھی کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے کسریٰ کی حکومت کی تباہی کی پیش خبریاں سن چکے تھے۔

حضرت عمرؓ بھی اپنی اس خوش بختی پر خدا تعالیٰ کے حضور شکر ادا کر رہے تھے کہ اس نے ان عظیم الشان فتوحات کیلئے آپ کی زندگی اور آپ کے دور خلافت کو چنا۔ اسلام ایک عظیم اور اعلیٰ مذہب کے طور پر تو اپنا لوہا منوا ہی چکا تھا اب ان جنگی فتوحات کے نتیجے میں اسلامی مملکت بھی ایک عظیم حکومت کے طور پر سامنے آئی تھی۔ اور اس عظمت میں اس وقت اور بھی اضافہ ہو گیا جب اسلامی فوج نے دوسری بڑی سپر پاور یعنی رومن حکومت کے زیر تسلط شام کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ رومن فوجوں کے ساتھ اس سلسلے میں سب سے بڑا اور فیصلہ کن معرکہ اردن کے علاقے میں یرموک کے مقام پر ہوا جس میں دو لاکھ رومی فوجوں کے مقابل پر صرف تیس ہزار مسلمان مجاہدین تھے۔ یہ معرکہ "جنگ یرموک" کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید اور نصرت نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور قیصر روم کو شام کا علاقہ خالی کر کے قسطنطنیہ (استنبول) کی طرف پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اور شام اسلامی مملکت میں شامل ہو گیا۔ اب اسلامی حدود ایک طرف شام تو دوسری طرف مصر تک پھیل چکی تھی۔ اور حضرت عمرؓ اس وسیع اسلامی سلطنت کے عظیم فرمانروا تھے۔ لیکن دنیاوی لحاظ سے یہ تمام عظمتیں اس عمر کو نہ بدل سکی تھیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تربیت یافتہ تھا۔ وہ عمرؓ اب بھی باوجود تمام تر وسائل اور مال و دولت کے سادگی اور قناعت کا پیکر تھا۔ اب بھی جب وہ خطاب کیلئے کھڑا ہوتا تھا تو حاضرین اس کے پیوند لگے ہوئے کپڑوں کو ویسا ہی پاتے تھے۔ حضرت امام حسینؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ جمعہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو مجھے نجانے کیا سوجھی میں نے آپ کے لباس پر لگے ہوئے پیوند گننا شروع کر دیئے اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کے اس لباس پر بارہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ دنیا نے ایسا بادشاہ کہاں دیکھا ہو گا جو مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں پھیلی ہوئی ایک وسیع سلطنت کا مالک ہو اور وہ بے چھنی سادہ گیہوں کی روٹی اور معمولی سالن کھا رہا ہو۔ ایسی معمولی غذا کہ بعض مرتبہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ امیرالمومنین ایسی سادہ غذا کھاتے ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا مالک اپنے ذاتی خرچ کیلئے بیت المال

سے صرف دو درہم روزانہ لیتا تھا جس میں اپنے وسیع کنبے کی کفالت بھی کرنا ہوتی تھی۔ لیکن یہ سادگی اور قناعت کوئی مجبوری نہ تھی بلکہ اس محبوب خدا ؐ کی سنت کی اتباع میں تھی جنہوں نے فقر کو اپنا فخر اور امتیاز قرار دیا تھا۔

آپ کی یہ سادگی اور فقر آپ کا ذاتی فعل تھا۔ اس کا عوام الناس پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا تھا بلکہ جہاں تک عوام کا تعلق تھا ان کی فلاح اور بہبود آپ کی اولین ترجیحات میں شامل تھا۔ آپ نے مسلمانوں کی بہتری کیلئے اپنے دور خلافت میں بیت المال کا قیام کیا اور ہر ایک مسلمان کیلئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا۔ وسیع طور پر مختلف استعمالات کیلئے سرکاری رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں۔ مہمان خانے بنائے گئے۔ راستوں میں سرائیں بنائی گئیں اور فوجی انتظامات کو بھی بہترین شکل دی گئی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جو اسلام کے ابتدائی دنوں کی یادگار اور رسول خدا ﷺ کے مسکن تھے ان کو باہم ملانے کیلئے اور سفر میں آسانی پیدا کرنے کیلئے ۱۷ھ میں آپ نے ان دونوں شہروں کے درمیانی راستے کو آرام دہ اور ہموار بنوایا تاکہ یہ رابطہ جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے قائم ہوا تھا ہمیشہ قائم رہے اور مسافروں کیلئے آسانی پیدا ہو جائے۔ آپ کا دور خلافت اسلامی تاریخ کا ایک روشن دور تھا۔ آپ رسول خدا ؐ کے ایک ادنیٰ خادم اور مسلمانوں کے ایک عظیم خلیفہ کے طور پر ہر لمحہ اسلام کی سربلندی کیلئے کوشاں رہے۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کی دلی کیفیات کی قدر کرتے ہوئے آپ کے دور میں اسلام کو غیر معمولی استحکام اور مضبوطی بھی عطا کی۔ یہ روشن چراغ اپنی نورانی شعاعوں سے عالم اسلام کو منور کر رہا تھا کہ ۲۴ ہجری کا وہ تکلیف دہ دن آن پہنچا جب یہ دیا اپنی روشنی سے ایک عالم کو منور کرنے کے بعد راہی ملک عدم ہو گیا۔ یہ نحوست ایک ایرانی غلام ابولولو فیروز کے حصے میں آئی کہ اس نے اس خادم دین پر فجر کی نماز کے بعد اپنے خنجر سے پے درپے وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ مسجد میں ہی گر پڑے اور شدید زخمی ہونے کی حالت میں آپ کو گھر لایا گیا۔ آپ کو احساس ہو چکا تھا کہ یہ زخم شاید جان لیوا ثابت ہوگا اس لئے آپ نے ضروری وصیتیں فرمادیں۔ ساتھ ہی حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں درخواست بھجوائی کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ؐ کے پیارے خلیفہ اور اپنے امام کیلئے یہ اجازت دینا منظور کر لیا اور یوں تین روز زخمی رہنے کے بعد آپ یکم محرم ۲۴ ہجری کو ۶۴ سال کی عمر میں اپنے پیارے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

آج مسلمانوں کے ساتھ باپ سے بڑھ کر شفقت کرنیوالا امیر ان سے جدا ہو چکا تھا۔ بدقسمت ابولولو فیروز نے مسلمانوں کے سر سے ایک محبت کرنے والے اور پناہ دینے والے سائبان کو کھینچ لیا تھا۔ وہ وجود جو امیرالمومنین اور حاکم ہونے کے باوجود خود راتوں کو اٹھ اٹھ کر رعایا کی خبر گیری کیا کرتا تھا۔ وہ عمرؓ جو ایک رات گشت کے دوران مدینہ سے باہر ایک آبادی کے قریب پہنچے تو ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سنکر رک گئے۔ دیکھا تو پتہ چلا کہ دو تین بچے گھر میں بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں اور ان کی ماں چولہے پر ہنڈیا چڑھائے کچھ پکا رہی ہے۔ آپ نے بچوں کی بھوک دیکھ کر عورت سے معاملہ دریافت کیا تو اس نے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی آواز سے بتایا کہ گھر میں کھانے کیلئے کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ بچے بھوکے تھے اور ضد کر رہے تھے اس لئے میں نے بہلانے کیلئے خالی ہنڈیا چولہے پر چڑھا دی۔ عمرؓ یہ ماجرا سن کر کانپ اٹھے۔ فوراً واپس پلٹے اور مدینہ پہنچ کر کھانے پینے کا سامان اور آٹا وغیرہ لیکر اس عورت کے پاس گئے۔ خود اپنے سامنے کھانا تیار کروایا اور بچوں کو کھلا کر مطمئن حالت میں گھر لوٹے۔ آج ایک ایسے طویل سفر پر جا چکے تھے جہاں سے واپسی ممکن نہ تھی۔ مدینہ کی فضائیں اپنے اس پیارے خلیفہ کو رخصت کرتے ہوئے غم کے مارے بوجھل بوجھل سی تھیں۔ ہر دل دکھی تھا اور ہر آنکھ نم۔ دکھوں

کی ایک سیاہ رات ہر سمت چھاتی چلی جا رہی تھی لیکن ان ہی اندھیروں کے دوسرے پار ایک روشن سورج طلوع ہو رہا تھا۔ نئی امید کا سورج، روشن دنوں کو بقا دینے والا اور دکھی دلوں کی مسیحائی کرنے والا۔ ایک نیا وجود سامنے آنے والا تھا جسے خدا نے امت محمدیہ پر احسان کرتے ہوئے خلیفہ ثالث کے طور پر چن لیا تھا۔ لیکن ان باتوں سے بے نیاز دوسرے خلیفہ راشد کی جدائی میں حزیں دل اس کے آخری سفر پر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے چلے جا رہے تھے اور ان آنسوؤں میں لحہ بہ لحہ شدت پیدا ہوتی چلی جا رہی تھی۔

نوٹ :- رمضان المبارک کے حوالے سے یہ تمام مضامین حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کے خطبات سے تیار کئے گئے ہیں۔ جو کہ الفضل انٹر نیشنل لندن میں شائع شدہ ہیں۔

تو دیکھو رمضان میں کیسے اعلیٰ اعلیٰ مواقع آپ کو نصیب ہوتے ہیں اور کس طرح روز مرہ آپ کی اولاد کی تربیت آپ کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔ ایک ماحول بنا ہوا ہے۔ اٹھ رہے ہیں روزوں کے وقت، افطاری کے وقت اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اس وقت عام طور پر لوگ مختلف گپیں مار کے اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ سحری کے وقت بھی میں نے دیکھا ہے یہ رجحان ہے کہ ہلکی پھلکی باتیں کر کے تو ہنسی مذاق یا دوسری باتوں میں سحری کے وقت کو ٹال دیتے ہیں اور یا ضائع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح افطاری کا حال ہے۔ تو میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے سحری اور افطاری کو تربیت کے لئے استعمال کریں اور تربیت کے مضمون کی باتیں کیا کریں۔ اور اعلیٰ بڑے دینی مقاصد کی گفتگو اگر بہت بوجھل ہو تو یہ چھوٹی چھوٹی روز مرہ کی باتیں یہ تو سمجھائی جا سکتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جنوری ۹۷ء بحوالہ الفضل انٹر نیشنل ۷ مارچ ۹۷ء)

بقیہ از صفحہ 13

جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور جواباً ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کر لینا کہ وہ اللہ کے احسانات کا خیال کرے گا یہ بالکل دور کی کوڑی ہے۔ پس ماں باپ کا ایک تخلیقی تعلق ہے جسے اس مضمون میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ اور رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا قرار دے دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنا بنیادی مقصد بیان فرمایا ہے۔ پس اس تعلق سے حضرت رسول اللہ ﷺ جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان پلائے گئے۔ آپ نے یہ مضمون ہمارے سامنے اکٹھا پیش کیا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اتارنے کی کوشش کرو۔ ماں باپ کا احسان تو تم اتار سکتے ہو ان معنوں میں کہ تم مسلسل ان سے احسان کا سلوک کرتے رہو، عمر بھر کرتے رہو۔ اگر احسان نہ بھی اترے تو کم سے کم تم ظالم اور بے حیا نہیں کہلاؤ گے۔ تمہارے اندر کچھ نہ کچھ یہ طمانیت پیدا ہوگی کہ ہم نے اتنے بڑے محسن اور محسنہ کی کچھ خدمت کر کے تو اپنی طرف سے کوشش کر لی ہے کہ جس حد تک ممکن تھا ہم احسان کا بدلہ اتاریں۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا اور ایک ہی طریق ہے کہ ہر چیز میں اپنی عبادت کو اسی کے لئے خالص کر لو، اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جنوری ۹۷ء بحوالہ الفضل انٹر نیشنل)

قائدین توجہ فرمائیں

ہفتہ اعتماد یکم تا 7 دسمبر 1998ء

دوران ہفتہ زعماء کے انتخاب اور عاملہ کا تقرر 100% کریں۔ عہدیداران کا ریفریشر کورس کروایا جائے۔ سالانہ رپورٹ اگر ابھی تک نہیں بھجوائی تو وہ مرکز ارسال فرمائیں اور ایک اجلاس عام کا انعقاد کیا جائے۔

اعلان ولادت

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مورخہ 3 نومبر 1998ء کو مکرم قمر احمد محمود صاحب کارکن شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ پاکستان کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت بچی کا نام "ماھرہ قمر" عطا فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم چوہدری عبدالحئی صاحب کی پوتی اور مکرم محمد امین صاحب کی نواسی ہے۔ یہ بچی خدا کے فضل سے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔

احباب جماعت سے درخواست دعا کی درخواست ہے کہ نومولودہ کو باعمر، سعادت مند اور والدین کیلئے قرۃ العین اور خادم دین بنائے۔ آمین

قائدین توجہ فرمائیں

ہفتہ اشاعت یکم تا 7 دسمبر 1998ء

دوران ہفتہ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ "خالد" اور "تشحیذ الاذھان" کی خریداری میں اضافہ کیا جائے۔ ہر اس گھر میں یہ رسائل جانے چاہئیں جہاں کوئی خادم یا طفل رہتا ہو۔ یاد رہے کہ ان رسالوں کا سالانہ چندہ صرف -/70 روپے فی رسالہ ہے اور اس کی ادائیگی آپ مقامی مجلس میں بھی خدام الاحمدیہ کی رسید بک پر کر سکتے ہیں۔ معیاری مضامین اور زیادہ سے زیادہ اشتہارات بھی مرکز ارسال فرمائیں۔ مجالس، اضلاع اور علاقہ جات اپنی اپنی مساعی کی رپورٹ علیحدہ ارسال فرمائیں۔

قائدین توجہ فرمائیں

مثالی وقار عمل 13 دسمبر 1998ء

13 دسمبر کو مثالی وقار عمل بھرپور طریقہ سے منایا جائے۔ کوشش کریں کہ نمایاں نوعیت کا وقار عمل ہو جو رفاہ عامہ سے تعلق رکھتا ہو۔ مثلاً راستہ ٹھیک کرنا، شکستہ نالیوں کی درستگی وغیرہ

☆ واضح رہے کہ اگر مندرجہ بالا تاریخوں میں آپ بآسانی یہ پروگرام نہیں کر سکتے تو اپنی سہولت کے مطابق کوئی دوسری قریبی تاریخ متعین کر کے یہ پروگرام کر سکتے ہیں۔

☆ اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ تفصیلی رپورٹ جلد از جلد مرکز ارسال فرمائیں۔

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع مجالس خدام الاحمدیہ پاکستان 98-1997ء

سال 98-1997ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے مقابلہ بین الاضلاع میں حسب ذیل تفصیل سے اضلاع نے امتیاز حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزازان سب اضلاع کیلئے مبارک فرمائے۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اول :- کراچی دوم :- لاہور سوم :- عمرکوٹ چہارم :- اسلام آباد پنجم :- حافظ آباد
ششم :- گوجرانوالہ ہفتم :- ڈیرہ غازیخان ہشتم :- حیدرآباد نہم :- بہاولنگر
دھم :- میرپور آزاد کشمیر

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع مجالس اطفال الاحمدیہ پاکستان 98-1997ء

حسن کارکردگی کی بناء پر مقابلہ بین الاضلاع مجلس اطفال الاحمدیہ پاکستان 98-1997ء میں درج ذیل اضلاع نے پوزیشن حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزازان سب اضلاع کیلئے مبارک فرمائے۔

(مہتمم اطفال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اول :- کراچی دوم :- لاہور سوم :- کوئٹہ چہارم :- گوجرانوالہ پنجم :- ملتان
ششم :- حافظ آباد ہفتم :- اوکاڑہ ہشتم :- ڈیرہ غازیخان نہم :- عمرکوٹ دھم :- حیدرآباد

Monthly **Khalid** Rabwah

Regd. No. CPL-139 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz December 1998